خطبہ نمبر

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل
لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

سوموار 21 فروری 2022ء | 19 رجب 1443 ہجری قمری | 21 تبلیغ 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:44

ارشاد باری تعالیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾ یٰسٓ ﴿۲﴾ وَ الۡقُرۡاٰنِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۳﴾
اِنَّکَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۴﴾ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۵﴾

(یٰسٓ: 1- 5)

اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بِن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ یا سید: اے سردار! حکمتوں والے قرآن کی قسم ہے۔ (کہ) تو یقیناً مرسلین میں سے ہے۔ صراطِ مستقیم پر (گامزن ہے)۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کے ایک فتح مند جرنیل کی حیثیت سے اسلام کے مخالفین کا منہ بند کروایا۔ نہ صرف براہین و دلائل سے بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاص تائیدات اور نشان دکھا کر بھی وہ باتیں دنیا کے سامنے رکھیں، وہ پیشگوئیاں فرمائیں جو سوائے عالم الغیب خدا کے کوئی اور نہیں جان سکتا۔ اور پھر دنیا نے دیکھا کہ وہ پیشگوئیاں جو خدا تعالیٰ سے خبر پا کر آپ نے کی تھیں، اللہ تعالیٰ کے کس قدر عظیم تائیدی نشانات کے ساتھ پوری ہوئیں۔ آپ کو اسلام کا کس قدر درد تھا اور اسلام کے مخالفین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو گرانے والوں کو کس طرح آپ مخاطب کر کے سمجھاتے تھے اور پھر خدا کے حضور کس تڑپ سے ان مخالفین کا منہ بند کرنے کے لئے دعائیں کرتے تھے۔ اس کا اظہار آپ کی سیرت میں جو صحابہ نے لکھی ہے، اس سے بھی ملتا ہے۔ آپ کی کتب اور متفرق لٹریچر میں بھی اس کا خوب خوب اظہار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور مخالفین کا منہ بند کرنے کے لئے تائیدی نشانوں کے لئے بھی آپ کی بیشمار دعائیں ملتی ہیں۔ اپنی بڑائی کے لئے نہیں بلکہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برتری ثابت کرنے کے لئے آپ میں ایک تڑپ تھی، ایک لگن تھی جس کی وجہ سے آپ دعائیں کیا کرتے تھے۔ انہی نشانوں میں سے ایک نشان یہ ہے کہ آپ کو آپ کی دعاؤں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرماتے ہوئے فرمایا کہ ہشیارپور جاؤ اور وہاں چِلّہ کشی کرو۔

(ماخوذ از تذکرہ صفحہ 106ایڈیشن چہارم مطبوعہ ربوہ)

اس چِلّہ کشی کے دوران ایک نشان آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیا جو ایک موعود بیٹے کا تھا جس کو ہر احمدی پیشگوئی مصلح موعود کے نام سے جانتا ہے۔ یہ بہت عظیم پیشگوئی ہے کہ ایک معین عرصے میں بیٹے کا پیدا ہونا اور اُس میں وہ خصوصیات پیدا ہونا جن کا پیشگوئی میں ذکر ہے۔ اُس کا لمبی عمر پانا۔ یہ جو ساری چیزیں ہیں ایک عظیم پیشگوئی پر دلالت کرتی ہیں اور بعد میں آنے والوں کے لئے تو یہ پیشگوئی یقینا ازدیادِ ایمان کا باعث ہے جنہوں نے حرف بہ حرف اس پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھا ہے۔ اور اُس موعود بیٹے کے مختلف نوع کے کارنامے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پیشگوئی میں بیان فرمائے تھے وہ مصلح موعود کی ذات میں پورا ہوتے دیکھے ہیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17/ فروری 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- حمد رب العالمین (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمانِ رسول ﷺ

سعد بن ھشام بن عامر قال: قُلتُ: یَا أُمَّ المُؤمِنِینَ! أَنبِئِینِی عَن خُلُقِ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ؟ قَالَت: أَلَستَ تَقرَأُ القُرآنَ؟ قُلتُ: بَلَی. قَالَت: فَإِنَّ خُلُقَ نَبِیِّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کَانَ القُرآنَ

(صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا بَاب جَامِعِ صَلَاۃِ اللَّیلِ وَمَن نَامَ عَنہُ أَو مَرِضَ)

حضرت سعد بن ہشامؓ نے حضرت ام المومنین (حضرت عائشہؓ) سے پوچھا کہ مجھے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کے متعلق بتائیں۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ کیا آپ قرآن کریم نہیں پڑھتے؟ حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ میں نے جواباً کہا: کیوں نہیں (حضرت عائشہؓ!) تب آپؓ نے فرمایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن کے عین مطابق تھے۔

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

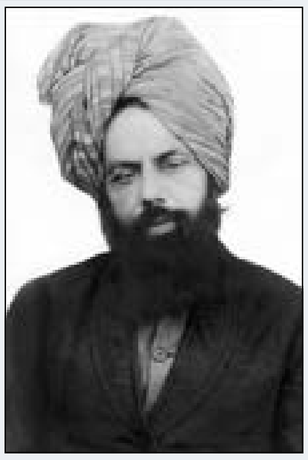

’’اس قادر اور سچے اور کامل خدا کو ہماری روح اور ہمارا ذرہ ذرہ وجود کا سجدہ کرتا ہے جس کے ہاتھ سے ہر ایک روح اور ہر ایک ذرہ مخلوقات کا مع اپنی تمام قویٰ کے ظہور پذیر ہوا۔ اور جس کے وجود سے ہر ایک وجود قائم ہے۔ اور کوئی چیز نہ اس کے علم سے باہر ہے اور نہ اُس کے تصرف سے۔ نہ اُس کے خَلق سے۔ اور ہزاروں درود اور سلام اور رحمتیں اور برکتیں اس پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں جس کے ذریعہ سے ہم نے وہ زندہ خدا پایا جو آپ کلام کر کے اپنی ہستی کا آپ ہمیں نشان دیتا ہے اور آپ فوق العادت نشان دکھلا کر اپنی قدیم اور کامل طاقتوں اور قوّتوں کا ہم کو چمکنے والا چہرہ دکھاتا ہے۔ سو ہم نے ایسے رسول کو پایا جس نے خدا کو ہمیں دکھلایا۔ اور ایسے خدا کو پایا جس نے اپنی کامل طاقت سے ہر ایک چیز کو بنایا۔ اس کی قدرت کیا ہی عظمت اپنے اندر رکھتی ہے جس کے بغیر کسی چیز نے نقشِ وجود نہیں پکڑا۔ اور جس کے سہارے کے بغیر کوئی چیز قائم نہیں رہ سکتی۔ وہ ہمارا سچا خدا بیشمار برکتوں والا ہے۔ اور بیشمار قدرتوں والا اور بیشمار حسن والا، احسان والا۔ اُس کے سوا کوئی اور خدا نہیں۔‘‘

(نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد 19صفحہ 363)

پس یہ ہمارا زندہ خدا ہے جو ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کے بارے میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبیؐ اور زندہ نبیؐ اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبیؐ صرف ایک مرد کو جانتے ہیں۔ یعنی وہی نبیوں کا سردار، رسولوں کا فخر، تمام مُرسَلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی۔‘‘

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 82)

پھر آپ تمام دنیا کو دعوتِ اسلام دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

’’اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو! اور اے تمام وہ انسانی رُوحو جو مشرق و مغرب میں آباد ہو! مَیں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ اور ہمیشہ کی رُوحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدّس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی رُوحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم رُوح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔‘‘

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15صفحہ 141)

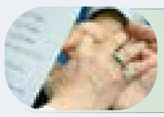

دربارِ خلافت

اے اللہ تعالیٰ! ہمارا یہ وقف قبول فرمالے

ماں باپ کو اپنے بچوں کو پیش کرنے کے بعد اپنے فرض سے فارغ نہیں ہو جانا چاہئے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پس اللہ تعالیٰ کی پسند حاصل کرنے کے لئے قرآنِ کریم کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ سب کچھ کرنے کا مقصد کیا ہے؟ وہ یہ بیان فرمایا کہ تا کہ تم دنیا کو ہلاکت سے بچانے والے بن سکو۔ پس یہ وہ مضمون ہے جس کا حق ادا کرنے کے لئے اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے سے جماعت احمدیہ کا قیام فرمایا۔ یہی وہ جماعت ہے جس میں بچے کی پیدائش سے پہلے ماؤں کی دعائیں بھی ہمیں صرف اس جذبے کے ساتھ نظر آتی ہیں، اس جذبے کو لئے ہوئے نظر آتی ہیں کہ رَبِّ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لَکَ مَا فِیۡ بَطۡنِیۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ (آل عمران: 36)۔ اے میرے رب! جو کچھ میرے پیٹ میں ہے، تیری نذر کرتی ہوں۔ آزاد کرتے ہوئے (یعنی دنیا کے جھمیلوں سے آزاد کرتے ہوئے) پس تُو اسے قبول فرما۔ آج آپ نظر دوڑا کر دیکھ لیں، سوائے جماعت احمدیہ کی ماؤں کے کوئی اس جذبے سے بچے کی پیدائش سے پہلے اپنے بچوں کو خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے پیش کرنے کی دعا نہیں کرتے۔ کوئی ماں آج احمدی ماں کے علاوہ ہمیں نہیں ملے گی جو یہ جذبہ رکھتی ہو، چاہے وہ ماں پاکستان کی رہنے والی ہے، یا ہندوستان کی ہے، یا ایشیا کے کسی ملک کی رہنے والی ہے یا افریقہ کی ہے، یورپ کی رہنے والی ہے یا امریکہ کی ہے۔ آسٹریلیا کی رہنے والی ہے یا جزائر کی ہے۔ جو اس ایک اہم مقصد کے لئے اپنے بچوں کو خلیفۂ وقت کو پیش کر کے پھر خدا تعالیٰ سے یہ دعا نہ کر رہی ہو کہ اے اللہ تعالیٰ! ہمارا یہ وقف قبول فرمالے۔ یہ دعا کرنے والی تمام دنیا میں صرف اور صرف احمدی عورت نظر آتی ہے۔ اُن کو یہ فکر ہوتی ہے کہ خلیفۂ وقت کہیں ہماری درخواست کا انکار نہ کر دے اور یہ صورت کہیں اور پیدا ہو بھی نہیں سکتی۔ یہ جذبہ کہیں اور پیدا ہو بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ خلافت کے سائے تلے رہنے والی یہی ایک جماعت ہے جس کو خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کے ذریعہ سے قائم فرمایا ہے اور پھر اس پر بس نہیں، جماعت احمدیہ میں ہی وہ باپ بھی ہیں جو اپنے بچوں کی اس نہج پر تربیت کرتے ہیں کہ بچہ جوانی میں قدم رکھ کر ہر قربانی کے لئے تیار ہوتا ہے اور خلیفۂ وقت کو لکھتا ہے کہ پہلا عہد میرے ماں باپ کا تھا، دوسرا عہد اب میرا ہے۔ آپ جہاں چاہیں مجھے قربانی کے لئے بھیج دیں۔ آپ مجھے ہمیشہ صبر کرنے والوں اور استقامت دکھانے والوں میں پائیں گے اور اپنے ماں باپ کے عہد سے پیچھے نہ ہٹنے والوں میں پائیں گے۔ یہ وہ بچے ہیں جو اُمّتِ محمدیہ کے باوفا فرد کہلانے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں ہونے کا حق ادا کرنے والے ہیں۔ ماں باپ کی تربیت اور بچے کی نیک فطرت نے اُنہیں حقوق اللہ کی ادائیگی کے بھی رموز سکھائے ہیں اور حقوق العباد کی ادائیگی کے بھی معیار سکھائے ہیں۔ جنہیں دین کا فہم حاصل کرنے کا بھی شوق پیدا ہوا ہے اور اُسے اپنی زندگی پر لاگو کرنے کی طرف توجہ بھی پیدا ہوئی ہے اور پھر اس کے ساتھ تبلیغِ اسلام اور خدمتِ انسانیت کے لئے ایک جوش اور جذبہ بھی پیدا ہوا۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ زندہ قومیں اور ترقی کرنے والی جماعتیں ان احساسات، ان خیالات، ان جذبوں اور ان عہد پورا کرنے کی پابندیوں کو کبھی مرنے نہیں دیتیں۔ ان جذبوں کو تر و تازہ رکھنے کے لئے ہمیشہ ان باتوں کی جگالی کرتی رہتی ہیں۔ اگر کہیں سستیاں پیدا ہو رہی ہوں تو اُن کو دور کرنے کے لئے لائحہ عمل بھی ترتیب دیتی ہیں۔ اور خلافت کے منصب کا تو کام ہی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے حکم ’’ذَکِّرۡ‘‘ عمل کرتے ہوئے وقتاً فوقتاً یاد دہانی کرواتا رہے تا کہ جماعت کی ترقی کی رفتار میں کبھی کمی نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے ایک کے بعد دوسرا گروہ تیار ہوتا چلا جائے۔ جس طرح مسلسل چلنے والی نہریں، زمین کی ہریالی کا باعث بنتی ہیں اسی طرح ایک کے بعد دوسرا دین کی خدمت کرنے والا گروہ روحانی ہریالی کا باعث بنتا ہے۔ جن علاقوں میں کھیتوں میں ٹیوب ویلوں یا نہروں کے ذریعوں سے کاشت کی جاتی ہے وہاں کے زمیندار جانتے ہیں کہ اگر ایک کھیت پر پانی مکمل لگنے سے پہلے پانی کا بہاؤ ٹوٹ جائے، پیچھے سے بند ہو جائے تو پھر نئے سرے سے پورے کھیت کو پانی لگانا پڑتا ہے اور پھر وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور پانی بھی۔ اسی طرح اگر اصلاح اور ارشاد کے کام کے لئے مسلسل کوشش نہ ہو، یا کوشش کرنے والے مہیا نہ ہوں تو پھر ٹوٹ ٹوٹ کر جو پانی پہنچتا ہے، جو پیغام پہنچتا ہے، جو کوشش ہوتی ہے وہ سیرابی میں دیر کر دیتی ہے۔ تربیتی اور تبلیغی کاموں میں روکیں پیدا ہوتی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر قوم میں سے ایسے گروہ ہر وقت تیار رہنے چاہئیں جو خدا تعالیٰ کے پیغام کو پہنچانے کے بہاؤ کو کبھی ٹوٹنے نہ دیں۔ پس اس لئے مَیں آج پھر اس بات کی یاد دہانی کروا رہا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے وقفِ نَو کی جو سکیم شروع فرمائی تھی تو اس امید پر اور اس دعا کے ساتھ کہ دین کی خدمت کرنے والوں کا گروہ ہر وقت مہیا ہوتا رہے گا۔ یہ پانی کا بہاؤ

بقیہ صفحہ 9 پر

حمد رب العالمین

(منظوم کلام حضرت مسیح موعودؑ)

کس قدر ظاہر ہے نور اُس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمال یار کا

اُس بہار حُسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے تُرک یا تاتار کا

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا

تونے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

کیا عجب تو نے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر اُن اسرار کا

تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا

خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حسن کی
ہر گُل و گلشن میں ہے رنگ اُس تری گلزار کا

چشم مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خم دار کا

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہوگئے سو سو حجاب
ورنہ تھا قبلہ ترا رُخ کافر و دیندار کا

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اِک تیغ تیز
جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غم اغیار کا

تیرے ملنے کیلئے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر درماں ہو کچھ اِس ہجر کے آزار کا

ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

(سرمہ چشم آریہ صفحہ 4 مطبوعہ 1886ء)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 18؍فروری 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

☆...حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صداقت اسلام کے ایک بڑے نشان کے طور پر پیشگوئی مصلح موعود کا اعلان فرمایا

☆...باون ترپن خصوصیات کے حامل حضرت مصلح موعودؓ نے نہ صرف لمبی عمر پائی بلکہ اسلام کی غیر معمولی خدمت کی توفیق بھی پائی

☆...حضرت مصلح موعودؓ نے دنیا کو چیلنج دیا کہ فہم قرآن کا ملکہ میرے اندر اس قدر ہے کہ سورہ فاتحہ سے ہی میں تمام اسلامی علوم بیان کرسکتا ہوں

☆...اس پیشگوئی پر ہمارے جلسے تبھی فائدہ مند ہیں جب ہم اس مقصد کو ہمیشہ سامنے رکھیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور وقار کو دنیا میں قائم کرنا ہے

پیشگوئی مصلح موعود کے پورا ہونے سے متعلق مختلف پہلوؤں کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات کی روشنی میں ایمان افروز تذکرہ

امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 18؍فروری 2022ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت فیروز عالم صاحب کے حصے میں آئی۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دشمنان اسلام کے اس اعتراض پر کہ اسلام کوئی نشان نہیں دکھاتا خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر صداقت اسلام کے ایک بڑے نشان کے طور پر ایک معین عرصہ میں تقریباً باون ترپن خصوصیات کے حامل اپنے ایک بیٹے کی پیدائش کی پیشگوئی کا اعلان فرمایا جو نہ صرف اُس عرصے میں پیدا ہوا بلکہ اُس نے لمبی عمر بھی پائی اور اُسے اسلام کی غیر معمولی خدمت کی توفیق بھی ملی۔ اس پیشگوئی کو ہم ہر سال 20؍فروری کو پیشگوئی مصلح موعودؓ کے حوالے سے یاد رکھتے ہیں۔ اس کے مختلف پہلوؤں پر جماعتی جلسوں میں روشنی ڈالی جاتی ہے اور ایم ٹی اے پر بھی پروگرام آتے ہیں۔

پیشگوئی کے مطابق لمبی عمر پانے والے اس بچے کی صحت کی حالت کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ بچپن میں میری صحت نہایت کمزور تھی پہلے کالی کھانسی ہوئی پھر صحت ایسی گر گئی کہ گیارہ بارہ سال کی عمر تک موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا رہا۔ نظر کمزور ہوگئی۔ چھ سات ماہ تک مجھے بخار آتا رہا۔ ٹی بی کا مریض قرار دیا گیا۔ اِن وجوہ سے باقاعدہ پڑھائی نہیں کرسکا۔ اکثر اسکول سے غائب رہتا۔ کون ایسی حالت میں لمبی عمر کی ضمانت دے سکتا ہے۔

آپؓ فرماتے ہیں کہ خدا نے میرے متعلق خبر دی تھی کہ میں علومِ ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جاؤں گا۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ دنیوی علوم میں سے کوئی علم میں نے نہیں پڑھا اللہ تعالیٰ نے ایسی عظیم الشان علمی کتابیں میرے قلم سے لکھوائیں کہ دنیا یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ اِس سے بڑھ کر اسلامی مسائل کے متعلق اور کچھ نہیں لکھا جا سکتا۔ قرآن کریم کی تفسیر کا ایک حصہ تفسیر کبیر کے نام سے لکھا جسے پڑھ کر بڑے بڑے مخالفوں نے بھی تسلیم کیا کہ اِس جیسی آج تک کوئی تفسیر نہیں لکھی گئی۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ میں ابھی بچہ ہی تھا کہ رؤیا میں ایک فرشتے نے سورہ فاتحہ کی تفسیر سکھانی شروع کی اور جب وہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ تک پہنچا تو کہنے لگا کہ آج تک جتنے مفسر گزرے ہیں ان سب نے صرف اِس آیت تک تفسیر لکھی ہے لیکن مَیں تمہیں اِس کے آگے بھی تفسیر سکھاتا ہوں۔ چنانچہ اُس نے ساری سورہ فاتحہ کی تفسیر مجھے سکھا دی۔ اِس رؤیا کے معنی درحقیقت یہی تھے کہ فہمِ قرآن کا ملکہ میرے اندر رکھ دیا گیا۔ آپؓ نے دنیا کو چیلنج دیا کہ یہ ملکہ میرے اندر اِس قدر ہے کہ میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ سورہ فاتحہ سے ہی میں تمام اسلامی علوم بیان کرسکتا ہوں۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے اسکول کی فٹبال ٹیم کو امرتسر میں میچ جیتنے پر ایک رئیس نے دعوت دی جہاں مجھے تقریر کرنے کے لیے کھڑا کر دیا گیا۔ میری دعا پر خدا تعالیٰ نے سورہ ٔفاتحہ کے متعلق میرے دل میں ایک نکتہ ڈالا اور میں نے کہا دیکھو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ دعا سکھائی ہے کہ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ۔ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ سے مُراد ہے کہ ہم یہودی نہ بن جائیں اور وَلَا الضَّآلِّیۡنَ سے مُراد ہے کہ ہم نصاریٰ نہ بن جائیں۔ اِس کی مزید وضاحت اس لیے بھی ہوتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِس امت میں ایک مسیح آئے گا جو لوگ اُس کا انکار کریں گے وہ یہود صفت بن جائیں گے اور بعض لوگ اپنے مذہب کی تعلیم کو نہ سمجھ کر عیسائیت قبول کرلیں گے۔ عجیب بات ہے کہ سورہ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی اور اُس وقت سب سے زیادہ مخالفت مکہ کے بت پرستوں کی طرف سے کی جاتی تھی مگر دعا یہ نہیں سکھائی گئی کہ الٰہی ہم بت پرست نہ بن جائیں بلکہ دعا یہ سکھائی گئی کہ الٰہی ہم یہودی یا نصاریٰ نہ بن جائیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ پیشگوئی فرمادی تھی کہ مکہ کے بت پرست ہمیشہ کے لیے مٹادیے جائیں گے اور یہودیت اور عیسائیت باقی رہے گی جس کے فتنہ سے بچنے کے لیے ہمیشہ یہ دعائیں کرنا ضروری ہوگا۔ جب میری تقریر ہوچکی تو بعد میں بڑے بڑے رؤسا کہنے لگے کہ آپؓ نے قرآن خوب پڑھا ہوا ہے۔ ہم نے تو اپنی ساری عمر میں یہ نکتہ پہلی دفعہ سنا ہے۔ چنانچہ واقعہ یہی ہے کہ ساری تفسیروں کو دیکھ لو کسی مفسر قرآن نے آج تک یہ نکتہ بیان نہیں کیا۔ حالانکہ میری عمر اُس وقت بیس سال کے قریب تھی جب اللہ تعالیٰ نے یہ نکتہ مجھ پر کھولا۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ میں گیارہ سال کا تھا کہ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں خدا تعالیٰ پر کیوں ایمان لاتا ہوں اُس کے وجود کا کیا ثبوت ہے۔ میں رات دیر گئے اس مسئلے پر سوچتا رہا۔ آخر دس گیارہ بجے میرے دل نے فیصلہ کیا کہ ہاں ایک خدا ہے۔ وہ میرے لیے خوشی کی گھڑی تھی کہ میرا پیدا کرنے والا مجھے مل گیا۔ سماعی ایمان علمی ایمان سے تبدیل ہوگیا۔ میں اللہ تعالیٰ سے ایک عرصے تک دعا کرتا رہا کہ خدایا مجھے تیری ذات کے متعلق کبھی شک پیدا نہ ہو۔ آج میں پینتیس سال کا ہوں اب میں اس قدر زیادتی کرتا ہوں کہ خدایا مجھے تیری ذات کے متعلق حق الیقین پیدا ہو۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ کا وجود مجھ پر ثابت ہو گیا تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت بھی مجھ پر واضح ہوگئی۔ بہرحال یہ بھی ایک ثبوت ہے اللہ تعالیٰ کا آپؓ کو علوم سے پُر کرنے کا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ یہی سمجھتے تھے کہ یہ بچہ مصلح موعود کا مصداق بنے گا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے رسالہ تشحیذ الاذھان کو رُوشناس کرانے کے لیے اُس کے اغراض و مقاصد کے بارے میں ایک مضمون لکھا جس کی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور خاص تعریف کی لیکن بعد میں ذاتی طور پر حضرت مصلح موعودؓ کو فرمایا کہ میاں تمہارا مضمون بہت اچھا تھا مگر میرا دل خوش نہیں ہوا کیونکہ تمہارے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف براہین احمدیہ موجود تھی اور مجھے امید تھی کہ تم اُس سے بڑھ کر کوئی چیز لاؤ گے اُس سے فائدہ اٹھاؤ گے یعنی حضرت خلیفہ اوّلؓ آپؓ کی صحت اور علم کو جاننے کے باوجود اتنے اعلیٰ خیالات آپؓ کے بارے میں رکھتے تھے کہ یہ بچہ ایسا ہے جس میں اتنی صلاحیت ہے کہ یہ اعلیٰ ترین مضامین لکھ سکتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ جب ڈاکٹروں نے کہا کہ میری بینائی ضائع ہو جائے گی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میری صحت کے لیے خاص طور پر دعائیں کرنی شروع کر دیں اور ساتھ ہی روزے رکھنے شروع کر دیے۔ جب آخری روزے کی افطاری کرنے لگے اور روزہ کھولنے کے لیے منہ میں کوئی چیز ڈالی تو یک دم میں نے آنکھیں کھول دیں اور میں نے آواز دی کہ مجھے نظر آنے لگ گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بارہا مجھے صرف یہی فرماتے تھے کہ قرآن کا ترجمہ اور بخاری حضرت مولوی صاحب یعنی حضرت خلیفہ اوّلؓ سے پڑھ لو۔ اِس کے علاوہ یہ بھی فرمایا تھا کہ کچھ طب بھی پڑھ لو کیونکہ یہ ہمارا خاندانی فن ہے۔ غرض میں نے حضرت خلیفہ اوّلؓ سے طب بھی پڑھی، قرآن کریم کی تفسیر اور بخاری بھی۔ چند عربی کے رسالے بھی مجھے آپؓ سے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ غرض یہ میری علمیت تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کو علوم سے ایسا پُر کیا کہ آپؓ کی باون سالہ زندگی اس پر گواہ ہے کہ چاہے وہ دینی مضامین کا سوال ہے یا کسی دنیاوی مضمون کا جب بھی آپؓ کو کسی موضوع پر لکھنے اور بولنے کا کہا گیا آپؓ نے علم و عرفان کے دریا بہا دیے۔ بے شمار موقعوں پر آپؓ کی تقاریر کو غیروں نے بھی بے حد سراہا اور اخباروں نے بھی خبریں جمائیں۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام اور اَعلام کے ذریعہ سے مجھے بتا دیا ہے کہ وہ پیشگوئی میرے وجود میں پوری ہو چکی ہے اور اب دشمنانِ اسلام پر خدا تعالیٰ نے کاملِ حجت کر دی ہے کہ اسلام خدا تعالیٰ کا سچا مذہب، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے سچے رسول اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا تعالیٰ کے سچے فرستادہ ہیں۔

پس یہ پیشگوئی تو پوری ہوئی لیکن پیشگوئی کے الفاظ انشاء اللہ اُس وقت تک قائم رہیں گے جب تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مشن پورا نہ ہو جائے اور اسلام کا جھنڈا تمام دنیا میں نہ لہرانے لگ جائے۔ اس پیشگوئی پر ہمارے جلسے تبھی فائدہ مند ہیں جب ہم اس مقصد کو ہمیشہ سامنے رکھیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور وقار کو دنیا میں قائم کرنا ہے اور اسلام کی سچائی دنیا پر ظاہر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے سب کو لے کر آنا ہے۔ آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں کے سوا اور کوئی نہیں جس کے ذریعہ سے اسلام کا جھنڈا دنیا میں دوبارہ لہرائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کام کے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆...☆...☆

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 28؍ جنوری 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے کفار کے چیلنج کو قبول کر کے اس موقع پر نکلنے کا وعدہ کیا ہے اس لیے ہم اس سے تخلّف نہیں کر سکتے اور خواہ مجھے اکیلا جانا پڑے مَیں جاؤں گا اور دشمن کے مقابل پر اکیلا سینہ سپر ہوں گا

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد صدیقِ اکبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات اور مناقب عالیہ

غزوۂ بنونضیر، غزوۂ بدر الموعد، غزوۂ بنو مصطلق، واقعۂ افک اور غزوۂ احزاب کا تذکرہ

مکرمہ مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ مختار احمد گوندل صاحب، مکرم میر عبد الوحید صاحب اور مکرم سید وقار احمد صاحب آف امریکہ کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر

ہو رہا تھا اور یہی آج بھی چلے گا۔ غزوۂ حمراء الاسد کے بارے میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہفتہ کے دن احد سے واپس تشریف لائے۔ اتوار کے دن جب فجر طلوع ہوئی تو حضرت بلالؓ نے اذان دی اور بیٹھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر تشریف لانے کا انتظار کرنے لگے۔ اتنے میں حضرت عبداللہ بن عَمرو بن عَوف مُزَنیؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتے ہوئے آئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو انہوں نے کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ وہ اپنے گھر والوں کی طرف سے آ رہے تھے۔ جب وہ مَلَل میں تھے تو قریش نے وہاں پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔ مَلَل مکہ کے راستے میں مدینہ سے اٹھائیس میل کے فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے۔ اور انہوں نے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم لوگوں نے تو کچھ نہیں کیا۔ تم لوگوں نے انہیں نقصان پہنچایا یعنی مسلمانوں کو نقصان پہنچایا اور تکلیف پہنچائی اور پھر تم نے انہیں چھوڑ دیا اور تباہ نہیں کیا۔ کفار نے کہا کہ ان مسلمانوں میں کئی ایسے بڑے بڑے لوگ باقی ہیں جو تمہارے مقابلے کے لیے اکٹھے ہوں گے۔ پس واپس چلو تا کہ ہم ان لوگوں کو جڑ سے اکھیڑ دیں جو اُن میں باقی رہ گئے ہیں۔ صَفْوَان بن اُمَیَّہ اس بات سے انہیں روکنے لگا یعنی کافروں میں وہ بیٹھا تھا وہ انہیں روکنے لگا اور کہنے لگا کہ اے میری قوم! ایسا نہ کرنا کیونکہ وہ لوگ جنگ لڑ چکے ہیں اور مجھے خوف ہے کہ جو لوگ جنگ میں آنے سے رہ گئے تھے اب وہ بھی تمہارے مقابلہ میں ان کے ساتھ جمع ہو جائیں گے۔ تم واپس چلو کیونکہ فتح تو تمہاری ہی ہے کیونکہ مجھے خوف ہے کہ اگر تم واپس گئے تو تم شکست کھا جاؤ گے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بلایا اور ان کو اس مُزَنی صحابی کی بات بتائی تو ان دونوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کی طرف چلیں تا کہ وہ ہمارے بچوں پر حملہ آور نہ ہوں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے لوگوں کو بلوایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ وہ یہ اعلان کریں کہ رسول اللہ تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ دشمن کے لیے نکلو اور ہمارے ساتھ وہی نکلے جو گذشتہ روز لڑائی میں شامل تھا یعنی احد کی لڑائی میں شامل تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جھنڈا منگوایا جو کہ گذشتہ روز سے بندھا ہوا تھا۔ اس کو ابھی تک کھولا نہیں گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جھنڈا حضرت علیؓ کو دے دیا اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو دیا تھا۔

(سبل الہدیٰ جلد ۴ صفحہ ۳۰۸-۳۰۹۔ غزوۃ حمراء الاسد۔ دارالکتب العلمیۃ ۱۹۹۳ء)
(معجم البلدان جلد ۵ صفحہ ۲۲۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

بہرحال مسلمانوں کا یہ قافلہ جب مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر حمراء الاسد پہنچا تو مشرکین کو خوف محسوس ہوا اور مدینہ کی طرف لوٹنے کا ارادہ ترک کر کے وہ واپس مکہ روانہ ہو گئے۔

(سیدنا ابوبکر شخصیت اور کارنامے از علی محمد صلابی مترجم اردو صفحہ 113)

غزوۂ بنونضیر

یہ 4؍ ہجری میں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی ایک مختصر جماعت کے ساتھ بنونضیر کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کیوں تشریف لے کر گئے۔ چنانچہ ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس بنو عامر کے دو مقتولوں کی دیت وصول کرنے کے لیے گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس کے قریب صحابہ تھے جن میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بھی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پہنچ کر ان سے رقم کی بات کی تو یہودیوں نے کہا کہ ہاں اے ابوالقاسم! آپ پہلے کھانا کھا لیجیے پھر آپ کے کام کی طرف آتے ہیں۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیوار کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔

یہودیوں نے آپس میں سازش کی

اور کہنے لگے کہ اس شخص یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کرنے کے لیے تمہیں اس سے بہتر موقع نہیں ملے گا۔ اس لیے بتاؤ کون ہے جو اس مکان پر چڑھ کر ایک بڑا پتھر ان کے اوپر گرا دے تا کہ ہمیں ان سے نجات مل جائے۔ اس پر یہودیوں کے ایک سردار عمرو بن جَحَّاش نے اس کی حامی بھری اور کہا کہ میں اس کام کے لیے تیار ہوں مگر اسی وقت سَلَّام بن مِشْکَم نامی ایک دوسرے یہودی سردار نے اس ارادے کی مخالفت کی اور کہا یہ حرکت ہرگز مت کرنا۔ خدا کی قسم! تم جو کچھ سوچ رہے ہو اس کی انہیں ضرور خبر مل جائے گی۔ یہ بات بدعہدی کی ہے جبکہ ہمارے اور ان کے درمیان معاہدہ موجود ہے۔ پھر وہ شخص جب اوپر پہنچ گیا یعنی پتھر گرانے والا، تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر گرا دے تو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آسمان سے اس سازش کی خبر آئی۔

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو خبردار کر دیا کہ یہودی کیا کرنے والے ہیں۔ آپؐ فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور اپنے ساتھیوں کو وہیں بیٹھا چھوڑ کر اس طرح روانہ ہو گئے جیسے آپؐ کو کوئی کام ہے۔ آپؐ تیزی کے ساتھ واپس مدینہ تشریف لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچنے کے بعد حضرت محمد بن مَسْلَمہؓ کو بَنُو نَضِیر کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ میرے شہر یعنی مدینہ سے نکل جاؤ۔ تم لوگ اب میرے شہر میں نہیں رہ سکتے اور تم نے جو منصوبہ بنایا تھا وہ غداری تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو دس دن کی مہلت دی لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم اپنا وطن ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ اس پیغام پر مسلمان جنگ کی تیاری میں لگ گئے۔ جب تمام مسلمان جمع ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنونضیر کے مقابلے کے لیے نکلے۔ جنگی پرچم حضرت علیؓ نے اٹھایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا اور ان کی مدد کے لیے کوئی بھی نہ آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کی طرف لشکر کشی فرمائی تو عشاء کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دس صحابہ کے ساتھ اپنے گھر واپس تشریف لے گئے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی لشکر کی کمان ایک روایت کے مطابق حضرت علیؓ کے سپرد فرمائی جبکہ دوسری روایت کے مطابق یہ

سعادت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں آئی۔ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کا سختی کے ساتھ محاصرہ کیے رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں یعنی یہودیوں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب پیدا کر دیا اور آخر کار انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ان کو اس شرط پر جلاوطن ہونے کی اجازت دے دی جائے اور جان بخشی کر دی جائے کہ سوائے ہتھیاروں کے انہیں ایسا تمام سامان لے جانے دیا جائے جو اونٹوں پر لادا جا سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ شرط اور درخواست منظور فرما لی۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے پندرہ روز تک ان کا محاصرہ کیا جبکہ بعض روایات میں دنوں کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

(ماخوذ از السیرۃ الحلبیہ جلد ۲ صفحہ ۳۵۷ تا ۳۶۱۔ غزوہ بنو النضیر۔ دار الکتب العلمیۃ ۲۰۰۲ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی اجازت سے غزوۂ بنو نضیر سے حاصل ہونے والا جو سارا مال غنیمت تھا وہ مہاجرین میں تقسیم کر دیا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: اے انصار کی جماعت! اللہ تمہیں جزائے خیر عطا کرے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد ۴ صفحہ ۳۲۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۳ء)

غزوۂ بَدْرُ الموعد۔

یہ 4/ہجری کا واقعہ ہے۔ اس غزوہ کا سبب یہ ہے کہ ابوسفیان بن حَرْب جب غزوۂ احد سے واپس آنے لگا تو اس نے بآواز بلند کہا کہ آئندہ سال ہماری اور تمہاری ملاقات بدر الصَّفْراء کے مقام پر ہو گی۔ ہم وہاں جنگ کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروقؓ کو فرمایا: اسے کہو ہاں ان شاء اللہ۔ اسی پر لوگ جدا ہو گئے۔ قریش واپس آ گئے اور انہوں نے اپنے لوگوں کو اس وعدے کے بارے میں بتا دیا۔ بدر مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مشہور کنواں ہے جو وادیٔ صفراء اور جَارْ جو مقام ہے اس کے درمیان واقع ہے۔ بدر مدینہ کے جنوب مغرب میں 150 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اس جگہ ہر سال یکم ذیقعدہ سے آٹھ روز تک ایک بڑا میلہ لگا کرتا تھا۔ بہرحال جوں جوں وعدے کا وقت قریب آ رہا تھا ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نکلنے کو ناپسند کر رہا تھا۔ اس کو خوف پیدا ہو رہا تھا۔ وہ یہی چاہتا تھا کہ اس مقررہ وقت میں آپؐ سے ملاقات نہ ہی ہو۔ ابوسفیان ظاہر کر رہا تھا کہ وہ ایک لشکرِ جرار لے کر آپؐ پر حملہ آور ہونے کی تیاری کر رہا ہے تا کہ یہ خبر اہل مدینہ تک پہنچا دے کہ وہ ایک بہت بڑا لشکر جمع کر رہا ہے اور عرب کے گوشے گوشے میں خبر پھیلا دی جائے تا کہ مسلمانوں کو اس سے خوفزدہ کیا جا سکے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد ۴ صفحہ ۳۳۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۳ء)

(اٹلس سیرت نبویؐ صفحہ 216 دار السلام 1424ھ)

ایک روایت کے مطابق حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب کرے گا۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت دے گا۔ ہم نے قوم کے ساتھ وعدہ کیا تھا اور ہم اس کی خلاف ورزی پسند نہیں کرتے۔ وہ یعنی کفار اسے بزدلی شمار کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وعدہ کے مطابق تشریف لے چلیں۔ بخدا اس میں ضرور بھلائی ہے۔ یہ جذبات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کی خبر ملی یعنی کہ ابوسفیان وغیرہ کے لشکر کی تیاری کے بارے میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن رَوَاحہؓ کو اپنے پیچھے مدینہ کا امیر مقرر فرمایا۔ ایک روایت کے مطابق عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی بن سَلُول کو امیر مقرر فرمایا اور اپنا جھنڈا حضرت علیؓ کو عطا فرمایا اور مسلمانوں کے ہمراہ بدر کی جانب روانہ ہوئے۔ آپؐ کے ہمراہ پندرہ سو مسلمان تھے۔ مسلمانوں نے بدر کے مقام پر لگنے والے میلے میں خرید و فروخت کی اور تجارت میں کافی نفع کمایا اور آٹھ روز قیام کرنے کے بعد واپس مدینہ آ گئے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد ۴ صفحہ ۳۳۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۳ء)

(ماخوذ از الطبقات الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۶ غزوۃ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بدر الموعد، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۷ء)

وہ میلہ جو وہاں لگا ہوا تھا مسلمانوں نے پھر اس میں تجارت بھی کی کہ اگر جنگ ہوئی تو وہ تو ہونی ہے لیکن اگر نہیں ہوتی تو کم از کم تجارت وہاں ہو جائے اور اس سے مسلمانوں کو بڑا فائدہ ہوا۔ غزوۂ احد میں ابوسفیان نے مسلمانوں کو اگلے سال دوبارہ ملنے کا جو چیلنج دیا تھا اس کی مزید تفصیل بھی ہے اور یہ تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھی ہے۔ لکھتے ہیں کہ غزوۂ احد کے بعد ''میدان سے لوٹتے ہوئے ابوسفیان نے مسلمانوں کو یہ چیلنج دیا تھا کہ آئندہ سال بدر کے مقام پر ہماری تمہاری جنگ ہو گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیلنج کو قبول کرنے کا اعلان فرمایا تھا۔ اس لئے دوسرے سال یعنی چار ہجری میں جب شوال کے مہینہ کا آخر آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ڈیڑھ ہزار صحابہ کی جمعیت کو ساتھ لے کر مدینہ سے نکلے اور آپؐ نے اپنے پیچھے عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی کو امیر مقرر فرمایا۔ دوسری طرف ابوسفیان بن حرب بھی دو ہزار قریش کے لشکر کے ساتھ مکہ سے نکلا مگر باوجود احد کی فتح اور اتنی بڑی جمعیت کے ساتھ ہونے کے اس کا دل خائف تھا اور اسلام کی تباہی کے درپے ہونے کے باوجود وہ چاہتا تھا کہ جب تک بہت زیادہ جمعیت کا انتظام نہ ہو جاوے وہ مسلمانوں کے سامنے نہ ہو۔ چنانچہ ابھی وہ مکہ میں ہی تھا کہ اس نے ایک شخص نُعَیم نامی کو جو ایک غیر جانبدار قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا مدینہ کی طرف روانہ کر دیا اور اسے تاکید کی کہ جس طرح بھی ہو مسلمانوں کو ڈرا دھمکا کر اور جھوٹ سچ باتیں بنا کر جنگ سے نکلنے سے باز رکھے۔ چنانچہ یہ شخص مدینہ میں آیا اور قریش کی تیاری اور طاقت اور ان کے جوش و خروش کے جھوٹے قصے سنا سنا کر اس نے مدینہ میں ایک بے چینی کی حالت پیدا کر دی۔ حتی کہ بعض کمزور طبیعت لوگ اس غزوہ میں شامل ہونے سے خائف ہونے لگے لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکلنے کی تحریک فرمائی اور آپؐ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ہم نے کفار کے چیلنج کو قبول کر کے اس موقع پر نکلنے کا وعدہ کیا ہے اس لئے ہم اس سے تخلّف نہیں کر سکتے اور

خواہ مجھے اکیلا جانا پڑے میں جاؤں گا اور دشمن کے مقابل پر اکیلا سینہ سپر ہوں گا

تو لوگوں کا خوف جاتا رہا اور وہ بڑے جوش اور اخلاص کے ساتھ آپؐ کے ساتھ نکلنے کو تیار ہو گئے۔

بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ڈیڑھ ہزار صحابہ کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے اور دوسری طرف ابوسفیان اپنے دو ہزار سپاہیوں کے ہمراہ مکہ سے نکلا لیکن خدائی تصرف کچھ ایسا ہوا کہ مسلمان تو بدر میں اپنے وعدہ پر پہنچ گئے مگر قریش کا لشکر تھوڑی دور آ کر پھر مکہ کو واپس لوٹ گیا اور اس کا قصہ یوں ہوا کہ جب ابوسفیان کو نُعَیم کی ناکامی کا علم ہوا تو وہ دل میں خائف ہوا اور اپنے لشکر کو یہ تلقین کرتا ہوا راستہ سے لوٹا کر واپس لے گیا کہ اس سال قحط بہت ہے اور لوگوں کو تنگی ہے اس لئے اس وقت لڑنا ٹھیک نہیں ہے۔ جب کشائش ہو گی تو زیادہ تیاری کے ساتھ مدینہ پر حملہ کریں گے۔ اسلامی لشکر آٹھ دن تک بدر میں ٹھہرا اور چونکہ وہاں ماہ ذوقعدہ کے شروع میں ہر سال میلہ لگا کرتا تھا۔'' (جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے) تو ''ان ایام میں بہت سے صحابیوں نے اس میلہ میں تجارت کر کے کافی نفع کمایا۔ حتی کہ انہوں نے اس آٹھ روزہ تجارت میں اپنے راس المال کو دوگنا کر لیا۔ جب میلے کا اختتام ہو گیا اور لشکر قریش نہ آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے کوچ کر کے مدینہ میں واپس تشریف لے آئے اور قریش نے مکہ میں واپس پہنچ کر مدینہ پر حملے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ یہ غزوہ غزوۂ بدرُ الْمَوعِد کہلاتا ہے۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ از صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 529-530)

غَزوۂ بَنُو مُصْطَلِق

ایک ہے جو شعبان 5/ہجری میں ہوا۔ غزوۂ بنو مصطلق کا دوسرا نام غزوۂ مُرَیْسِیْع بھی ہے۔ (کتاب المغازی للواقدی جلد ۱ صفحہ ۳۴۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۳ء) بنو مُصْطَلِق خُزَاعَہ کی شاخ تھی۔ یہ قبیلہ ایک کنویں کے پاس رہتا تھا جس کو مُرَیْسِیْع کہتے تھے۔ یہ فُرُع سے ایک یوم کی مسافت پر تھا اور فُرُع اور مدینہ کے درمیان قریباً 96 میل کا فاصلہ تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جزء ثانی صفحہ ۴۸ غزوہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم المریسیع۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۰ء)

(المنجد زیر مادہ 'برد')

علامہ ابن اسحاق کے نزدیک غزوۂ بنو مصطلق 6/ہجری میں ہوا جبکہ موسیٰ بن عُقْبَہ کے نزدیک 4/ہجری میں ہوا اور واقدی کہتا ہے کہ یہ غزوہ شعبان 5/ہجری میں ہوا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس کو 5/ہجری کا ہی لکھا ہے۔ بہرحال جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی کہ قبیلہ بنو مصطلق نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف شعبان 5/ہجری میں سات سو اصحاب کے ساتھ پیش قدمی فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کا جھنڈا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد فرمایا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپؐ نے مہاجرین کا جھنڈا حضرت عمار بن یاسرؓ کو دیا اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہؓ کے سپرد فرمایا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۴ صفحہ ۱۶۹-۱۷۰، غزوۃ بنی المصطلق، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

واقعہ ٔ افک

اس کے بارے میں جو تفصیل ہے وہ اس طرح ہے کہ غزوۂ بنو مصطلق سے واپسی پر حضرت عائشہ بنت حضرت ابوبکرؓ پر منافقین کی طرف سے تہمت لگائی گئی۔ یہ واقعہ تاریخ میں واقعہ ٔ افک کے نام سے معروف ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ یہ روایت گو کہ ایک صحابی کے ضمن میں پہلے بیان ہو چکی ہے (خطبہ جمعہ فرمودہ 14/ دسمبر 2018ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 4/ جنوری 2019ء صفحہ 6، 7) لیکن یہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بھی بیان کرنا ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر پر روانہ ہونے کا ارادہ فرماتے تو آپؐ اپنی ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے حضرت عائشہؓ سے یہ روایت ہے، اور پھر جس کا قرعہ نکلتا آپؐ اس کو اپنے ساتھ لے جاتے۔ آپؐ نے ایک غزوہ میں ہمارے درمیان قرعہ ڈالا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا تو حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میرا قرعہ نکلا۔ میں آپؐ کے ساتھ گئی حجاب کے حکم کے نازل ہونے کے بعد۔ کہتی ہیں میں ہودج میں اٹھائی جاتی اور اسی میں اتاری جاتی۔ ہم چلتے رہے یہاں تک کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس غزوہ سے فارغ ہوئے اور واپس تشریف لائے اور ہم مدینہ کے قریب ہوئے تو ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوچ کا حکم فرمایا۔ میں کھڑی ہوئی جب لوگوں نے کوچ کا اعلان کیا۔ پھر میں چل پڑی یہاں تک کہ لشکر سے آگے نکل گئی۔ پھر جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوئی تو ہودج کی طرف آئی اور میں نے اپنے سینے کو ہاتھ لگایا تو کیا دیکھتی ہوں کہ میرا اَظْفَار کے نگینوں کا ہار ٹوٹ کر گر گیا ہے۔ بہرحال کہتی ہیں میں واپس گئی اور اپنا ہار ڈھونڈنے لگی۔ اس کی تلاش نے مجھے روکے رکھا اور وہ لوگ آئے جو میری سواری کو تیار کرتے تھے جس پر میں ہودج میں بیٹھتی تھی۔ اور انہوں نے میرا ہودج اٹھایا اور اسے میرے اونٹ پر رکھ دیا جس پر مَیں سوار ہوتی تھی۔ کہتی ہیں کہ انہوں نے سمجھا کہ مَیں اس میں ہوں کیونکہ عورتیں ان دنوں میں ہلکی پھلکی ہوا کرتی تھیں اور ان پر زیادہ گوشت نہ ہوتا تھا اور وہ تھوڑا سا ہی کھانا کھایا کرتی تھیں۔ بہرحال لوگوں نے جب اسے اٹھایا تو ہودج کے بوجھ کو غیر معمولی نہ سمجھا۔ انہوں نے اس کو اٹھایا اور میں کم عمر لڑکی تھی۔ انہوں نے اونٹ کو اٹھایا اور چل پڑے اور میں نے اپنا ہار پا لیا بعد اس کے کہ لشکر چلا گیا۔

میں ان کے پڑاؤ پر آئی اور وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ پھر میں اپنے پڑاؤ کی طرف گئی جس میں میں تھی اور میں نے خیال کیا کہ وہ مجھے نہ پائیں گے تو میرے پاس واپس آئیں گے۔ اس حال میں کہ میں بیٹھی ہوئی تھی میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گئی۔ صَفْوَان بن مُعَطَّل سُلَمِی ذَکْوَانِی لشکر کے پیچھے تھے۔ وہ صبح میرے پڑاؤ پر آئے اور انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کا وجود دیکھا۔ وہ میرے پاس آئے اور حجاب کے حکم سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا۔ میں ان کے انّا للہ پڑھنے پر جاگ اٹھی۔ جب انہوں نے اپنی اونٹنی بٹھائی تو انہوں نے اس اونٹنی کا پاؤں موڑا اور جب وہ اونٹنی بیٹھ گئی تو مَیں اس پر سوار ہو گئی۔ اور میری سواری کو لے کر چل پڑے یہاں تک کہ ہم لشکر میں پہنچے بعد اس کے کہ لوگ ٹھیک دوپہر کے وقت آرام کرنے کے لیے پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔

پھر جس کو ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہو گیا

اور اس افک کا بانی عبداللہ بن ابی بن سَلول تھا۔ ہم مدینہ پہنچے۔ مَیں وہاں ایک ماہ بیمار رہی اور لوگ افک لگانے والوں کی باتوں میں لگے رہے اور میری بیماری میں یہ بات مجھے بے چین کرتی کہ مَیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ مہربانی نہ دیکھتی جو مَیں آپؐ سے دیکھتی تھی جب مَیں بیمار ہوتی۔ آپؐ اندر تشریف لاتے اور سلام کہتے۔ پھر فرماتے تم کیسی ہو؟ مجھے اس واقعہ کا یعنی واقعہ ٔ افک کا کچھ بھی علم نہ تھا یہاں تک کہ جب میں کمزور ہو گئی تو میں اور ام مسطح مَنَاصِع کی طرف گئیں جو ہماری قضائے حاجت کی جگہ تھی۔ ہم نہ نکلتے مگر رات سے رات تک، رات کا انتظار کیا کرتے تھے، اور یہ اس سے پہلے کی بات ہے کہ ہم نے اپنے گھروں کے قریب بیوت الخلا بنائے تھے۔ گھروں میں اس وقت بیوت الخلا نہیں ہوتے تھے۔ بہرحال کہتی ہیں اس سے قبل ہماری حالت پہلے عربوں کی سی تھی جو جنگل میں یا باہر الگ جا کر قضائے حاجت کیا کرتے تھے۔ میں اور ام مسطح بنتِ اَبُورُھم دونوں گئیں۔ ہم چل رہی تھیں کہ وہ اپنی اوڑھنی سے اٹکی اور اس نے کہا مسطح ہلاک ہو گیا۔ میں نے اسے کہا کیا ہی بری بات ہے جو تم نے کہی ہے۔ کیا تم ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہو جو بدر میں موجود تھا تو اس نے کہا اے بھولی بھالی لڑکی! کیا آپؓ نے سنا نہیں جو لوگوں نے کہا۔ تب اس نے مجھے افک والوں کی بات بتائی۔ اس پر میری بیماری مزید بڑھ گئی۔

پھر جب میں اپنے گھر واپس آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور آپؐ نے سلام کیا اور آپؐ نے فرمایا تم کیسی ہو؟ میں نے عرض کیا مجھے اپنے والدین کے پاس جانے کی اجازت دیں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ مجھے اجازت دیں کہ والدین کے پاس چلی جاؤں۔ میں اس وقت چاہتی تھی کہ میں ان دونوں یعنی اپنے والدین کی طرف سے خبر کا یقینی ہونا معلوم کروں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی۔ میں اپنے والدین کے پاس آئی تو میں نے اپنی والدہ سے کہا لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ اے میری بیٹی! اس معاملہ میں اپنی جان پر بوجھ نہ ڈالو۔ اللہ کی قسم! کم ہی ایسا ہوا ہے کہ کبھی کسی آدمی کے پاس کوئی خوبصورت عورت ہو جس سے وہ محبت کرتا ہو اور اس کی سوکنیں ہوں اور پھر اس کے خلاف باتیں نہ کریں۔ مَیں نے کہا سبحان اللہ! لوگ ایسی بات کا چرچا کر رہے ہیں۔ انہوں نے یعنی حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ مَیں نے وہ رات اس طرح گزاری کہ صبح ہو گئی اور میرے آنسو نہ تھمتے تھے اور نہ مجھے ذرا سی بھی نیند آئی۔

پھر صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابوطالبؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بلایا۔ جب وحی میں تاخیر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں سے اپنی بیوی کو چھوڑنے کے بارے میں مشورہ کرنا چاہتے تھے۔ جہاں تک حضرت اسامہ کا تعلق تھا تو انہوں نے مشورہ دیا اس کے مطابق جو وہ جانتے تھے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہؓ سے تعلق کیا ہے اور حضرت عائشہؓ کی حالت کو بھی جانتے ہوں گے کہ نیک پارسا عورت ہیں۔ بہرحال حضرت اسامہؓ نے عرض کیا کہ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ کی بیوی ہیں اور اللہ کی قسم! ہم سوائے بھلائی کے اَور کچھ نہیں جانتے۔

اور جہاں تک حضرت علی بن ابوطالبؓ کا تعلق ہے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ نے آپؐ پر کچھ تنگی نہیں رکھی اور اس کے سوا اَور عورتیں بھی بہت ہیں اور اس خادمہ سے پوچھئے وہ آپؐ سے سچ کہہ دے گی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو بلایا اور آپؐ نے فرمایا اے بریرہ! کیا تم نے اس میں کوئی بات دیکھی جو تمہیں شک میں ڈالے؟ بریرہ نے عرض کیا نہیں۔ اس کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں نے ان میں اس سے زیادہ کوئی اور بات نہیں دیکھی جس کو میں عیب سمجھوں کہ وہ کم عمر لڑکی ہے، گوندھا ہوا آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہے۔ بکری آتی ہے اور وہ اسے کھا جاتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی روز کھڑے ہوئے اور عبداللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں معذرت چاہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کون مجھے اس شخص کے بارے میں معذور سمجھے گا جس کی ایذا رسانی میرے اہل کے بارے میں مجھے پہنچی ہے۔ اللہ کی قسم! میں اپنے اہل میں سوائے بھلائی کے اَور کوئی بات نہیں جانتا۔

اور لوگوں نے ایسے شخص کا ذکر کیا ہے جس کی بابت مَیں بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتا اور میرے گھر والوں کے پاس وہ نہیں آتا تھا مگر میرے ساتھ۔ حضرت سعد بن معاذؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! بخدا میں اس سے آپؐ کو معذور ٹھہراؤں گا۔ اگر وہ اوس سے ہے تو ہم اس کی گردن مار دیں گے اور اگر وہ ہمارے بھائیوں خزرج سے ہے تو آپؐ ہمیں ارشاد فرمائیں۔ ہم آپؐ کے ارشاد کے مطابق کریں گے۔ اس پر حضرت سعد بن عبادہؓ کھڑے ہو گئے اور وہ خزرج کے سردار تھے اور اس سے پہلے وہ بھلے آدمی تھے لیکن انہیں حمیت نے اکسایا اور انہوں نے کہا تم نے غلط کہا۔ اللہ کی قسم! تم اسے نہیں مارو گے۔ یعنی آپس میں قبیلوں کی ٹھن گئی۔ اور نہ اس پر طاقت رکھتے ہو۔ حضرت اُسَید بن حُضَیرؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا تم نے غلط کہا۔ اللہ کی قسم! ہم اسے ضرور ماریں گے۔ تُو منافق ہے اور منافقوں کی طرف سے جھگڑتا ہے۔ اس پر دونوں قبیلے اوس اور خزرج بھڑک اٹھے یہاں تک کہ وہ لڑنے پر آمادہ ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم منبر پر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے تشریف لائے۔ ان کو دھیما کیا یہاں تک کہ خاموش ہو گئے اور آپؐ بھی خاموش ہو گئے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں سارا دن روتی رہی۔ یہ واقعہ تو آپ کے علم میں آ گیا لیکن اصل بات یہ تھی کہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں جو کچھ بھی ہو رہا تھا وہ تو ہوتا رہا لیکن میں سارا دن روتی رہی۔ نہ میرے آنسو تھمے اور نہ مجھے نیند آئی۔ میرے ماں باپ میرے پاس آئے۔ میں دو راتیں اور ایک دن روئی یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ یوں رونا میرے جگر کو پھاڑ ڈالے گا۔ آپؓ نے فرمایا اس اثنا میں کہ وہ دونوں یعنی حضرت عائشہؓ کے والدین جو تھے، میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور مَیں رو رہی تھی کہ ایک انصاری عورت نے اندر آنے کی اجازت چاہی اور مَیں نے اسے اجازت دی۔ وہ بیٹھی اور میرے ساتھ رونے لگی۔ ہم اس حال میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ جب سے میرے متعلق کہا گیا اور جو کہا گیا آپؐ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے اور آپؐ ایک مہینہ اسی طریق پر رہے۔ میرے اس معاملے کے بارے میں آپؐ پر کوئی وحی نہیں ہوئی۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد پڑھا۔ پھر فرمایا اے عائشہ! مجھے تمہارے متعلق یہ بات پہنچی ہے۔ اگر تم بَری ہو تو ضرور اللہ تعالیٰ تمہاری بریت فرمائے گا اور اگر تم سے کوئی لغزش ہو گئی ہو تو اللہ سے مغفرت مانگو اور اس کے حضور توبہ کرو کیونکہ

بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور پھر وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ بھی اس پر رجوع برحمت ہوتا ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات ختم کر چکے تو میرے آنسو تھم گئے یہاں تک کہ مجھے ان کا ایک قطرہ بھی محسوس نہ ہوا اور مَیں نے اپنے باپ یعنی حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے جواب دیں۔ انہوں نے کہا بخدا مَیں نہیں جانتا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں۔ پھر مَیں نے اپنی ماں سے کہا آپ میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیں جو آپؐ نے فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا بخدا! مَیں نہیں جانتی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں مَیں کم عمر لڑکی تھی، قرآن زیادہ نہیں جانتی تھی تو مَیں نے کہا بخدا! مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ لوگوں نے سنا ہے جو لوگ باتیں کر رہے ہیں اور آپ کے دلوں میں وہ بیٹھ گئی ہے اور آپ لوگوں نے اسے درست سمجھ لیا ہے۔ اور اگر مَیں آپ لوگوں سے کہوں کہ مَیں بَری ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ مَیں فی الواقعہ بَری ہوں تو آپ لوگ مجھے اس میں سچا نہیں سمجھیں گے اور اگر مَیں آپ کے پاس کسی بات کا اقرار کرلوں اور اللہ جانتا ہے کہ مَیں بَری ہوں تو آپ لوگ مجھے سچا سمجھ لیں گے۔

اللہ کی قسم! مَیں اپنی اور آپ لوگوں کی مثال نہیں پاتی سوائے یوسفؑ کے باپ کے کہ جب انہوں نے کہا تھا فَصَبۡرٌ جَمِیۡلٌ ؕ وَاللّٰہُ الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوۡنَ

اور اچھی طرح صبر کرنا ہی میرے لیے مناسب ہے اور جو بات تم بیان کرتے ہو اس کے تدارک کے لیے اللہ ہی سے مدد مانگی جا سکتی ہے اور اس سے مدد مانگی جائے گی۔

پھر مَیں نے اپنے بستر پر رخ بدل لیا اور مَیں امید کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میری بریت ظاہر کرے گا لیکن بخدا مجھے گمان نہ تھا کہ وہ میرے متعلق وحی نازل کرے گا۔ مَیں اپنے خیال میں اس سے بہت ادنیٰ تھی کہ میرے معاملہ میں قرآن میں بات کی جائے گی لیکن مجھے امید تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند میں کوئی رؤیا دیکھیں گے کہ اللہ مجھے بَری قرار دیتا ہے۔ اللہ کی قسم! آپؐ اپنے بیٹھنے کی جگہ سے الگ نہیں ہوئے تھے اور نہ گھر والوں میں سے کوئی باہر گیا تھا یہاں تک کہ آپؐ پر وحی نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ شدت کی کیفیت طاری ہوئی جو وحی کے وقت آپؐ کو ہوا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ سردی کے دن میں آپؐ سے پسینہ موتیوں کی طرح ٹپکتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیفیت جاتی رہی تو آپؐ تبسم فرما رہے تھے اور پہلی بات جو آپؐ نے کی وہ آپؐ کا مجھ سے یہ فرمانا تھا کہ اے عائشہ! اللہ کی تعریف بیان کرو کیونکہ اللہ نے تمہاری بریت ظاہر کر دی ہے اور میری ماں نے مجھ سے کہا اٹھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ مَیں نے کہا نہیں اللہ کی قسم! مَیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں جاؤں گی اور اللہ کے سوا کسی کی حمد نہیں کروں گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ عُصۡبَۃٌ مِّنۡکُمۡ (النور:12) یقیناً وہ لوگ جنہوں نے ایک بڑا اتہام باندھا تھا تمہیں میں سے ایک گروہ ہے۔ جب اللہ نے میری بریت میں یہ نازل فرمایا تو حضرت عائشہؓ کے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا اور وہ مسطح بن اُثاثَہ کو بوجہ اس کے قریبی ہونے کے خرچ دیا کرتے تھے، غریب آدمی تھا اس کو خرچ دیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! مَیں مسطح کو کبھی خرچ نہیں دوں گا بعد اس کے جو اس نے حضرت عائشہؓ کے بارے میں کہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا وَلَا یَاۡتَلِ اُولُوا الۡفَضۡلِ مِنۡکُمۡ وَالسَّعَۃِ اَنۡ یُّؤۡتُوۡۤا اُولِی الۡقُرۡبٰی وَالۡمَسٰکِیۡنَ وَالۡمُہٰجِرِیۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۪ۖ وَلۡیَعۡفُوۡا وَلۡیَصۡفَحُوۡا ؕ اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰہُ لَکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (النور:23) اور تم میں سے صاحبِ فضیلت اور صاحبِ توفیق اپنے قریبیوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کو کچھ نہ دینے کی قسم نہ کھائیں۔ پس چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگذر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کیوں نہیں۔ اللہ کی قسم! مَیں ضرور پسند کرتا ہوں کہ اللہ مجھے بخش دے تو انہوں نے مسطح کو دوبارہ دینا شروع کر دیا۔ یعنی حضرت ابوبکرؓ جو خرچ کرتے تھے وہ خرچ دوبارہ شروع کر دیا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے معاملے میں یعنی حضرت عائشہؓ کے بارے میں حضرت زینبؓ سے پوچھا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زینب کو کہ اے زینب! تم کیا جانتی ہو یعنی حضرت عائشہؓ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مَیں اپنی شنوائی اور بینائی محفوظ رکھتی ہوں۔ اللہ کی قسم! مَیں نے ان میں خیر ہی دیکھی ہے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اب یہی زینب وہ تھیں جو میرا مقابلہ کیا کرتی تھیں اور اللہ نے انہیں پرہیز گاری کی وجہ سے بچا لیا۔

(صحیح البخاری کتاب الشہادات باب تعدیل النساء بعضهن بعضًا حدیث ۲۶۶۱)

یہ صحیح بخاری کی ایک لمبی روایت ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ’’خدا تعالیٰ نے اپنے اخلاق میں یہ داخل رکھا ہے کہ وہ وعید کی پیشگوئی کو توبہ و استغفار اور دعا اور صدقہ سے ٹال دیتا ہے اسی طرح انسان کو بھی اس نے یہی اخلاق سکھائے ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف اور حدیث سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت جو منافقین نے محض خباثت سے خلاف واقعہ تہمت لگائی تھی اس تذکرہ میں بعض سادہ لوح صحابہ بھی شریک ہو گئے تھے۔ ایک صحابی ایسے تھے کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر سے دو وقتہ روٹی کھاتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کی اس خطا پر قسم کھائی تھی اور وعید کے طور پر عہد کر لیا تھا کہ میں اس بے جا حرکت کی سزا میں اس کو کبھی روٹی نہ دوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی تھی وَلۡیَعۡفُوۡا وَلۡیَصۡفَحُوۡا ؕ اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰہُ لَکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (النور:23) تب حضرت ابوبکرؓ نے اپنے اس عہد کو توڑ دیا اور بدستور روٹی لگا دی۔‘‘ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ’’اسی بنا پر اسلامی اخلاق میں یہ داخل ہے کہ اگر وعید کے طور پر کوئی عہد کیا جائے تو اس کا توڑنا حسنِ اخلاق میں داخل ہے۔ مثلاً اگر کوئی اپنے خدمت گار کی نسبت قسم کھائے کہ میں اس کو ضرور پچاس جوتے ماروں گا تو اس کی توبہ اور تضرع پر معاف کرنا سنت اسلام ہے تا تخلق باخلاق اللہ ہو جائے مگر وعدہ کا تخلف جائز نہیں۔ ترکِ وعدہ پر باز پرس ہو گی مگر ترکِ وعید پر نہیں۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 181)

یہ ایک علیحدہ مضمون ہے کہ وعدہ کیا ہے اور وعید کیا ہے اور وہ پہلے بھی ایک دفعہ بیان ہو چکا ہے۔

بہرحال اب ذکر ہے

غزوۂ احزاب

کا جو شوال پانچ ہجری میں ہوئی۔ قریش مکہ اور مسلمانوں کے مابین یہ تیسرا بڑا معرکہ تھا جو غزوۂ خندق بھی کہلاتا ہے۔ یہ غزوہ شوال 5/ہجری میں ہوا۔ چونکہ قریش، یہودِ خیبر اور بہت سے گروہ اس میں جتھہ بندی کر کے مدینہ منورہ پر چڑھ آئے تھے اس لیے قرآن کریم میں مذکور نام احزاب سے بھی یہ معرکہ منسوب ہے یعنی غزوۂ احزاب۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے قبیلہ بنو نضیر کو جلا وطن کر دیا تو وہ خیبر چلے گئے۔ ان

کے اشراف اور معززین میں سے چند آدمی مکہ روانہ ہوئے۔ انہوں نے قریش کو اکٹھا کیا اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کی ترغیب دی۔ ان لوگوں نے قریش سے معاہدہ کیا اور سب نے آپؐ سے جنگ پر اتفاق کیا اور اس کے لیے انہوں نے ایک وقت کا وعدہ کرلیا۔ بنونضیر کے وہ لوگ قریش کے پاس سے نکل کر قبیلہ غَطَفَان اور سُلَیم کے پاس آئے اور ان سے بھی اس قسم کا معاہدہ کیا اور پھر وہ لوگ ان کے پاس سے روانہ ہوگئے۔ قریش تیار ہوگئے۔ انہوں نے متفرق قبائل کو اور ان عربوں کو جو ان کے حلیف تھے جمع کیا تو چار ہزار ہوگئے۔ ابوسفیان بن حَرْب ان کا سردار تھا۔ راستہ میں دیگر قبائل کے لوگ بھی اس لشکر سے ملتے رہے۔ یوں

اس لشکر کی مجموعی تعداد دس ہزار ہوگئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے مکہ سے روانہ ہونے کی خبر پہنچی تو آپؐ نے صحابہ کرام کو بلوایا اور انہیں، صحابہ کو، دشمن کی خبر دی اور اس معاملہ میں ان سے مشورہ کیا۔ اس پر حضرت سلمان فارسیؓ نے خندق کی رائے دی جو مسلمانوں کو پسند آئی۔ عہدِ نبویؐ میں مدینہ کی شمالی سمت کھلی تھی۔ باقی تین اطراف میں مکانات اور نخلستان تھے جن میں سے دشمن گذر نہ سکتا تھا۔ چنانچہ کھلی سمت میں خندق کھود کر شہر کے دفاع کا فیصلہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار مسلمانوں کے ساتھ مل کر خندق کھودنی شروع کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیگر مسلمانوں کے ہمراہ خندق کھودنے کا کام کر رہے تھے تا کہ مسلمانوں کا حوصلہ بڑھے۔ کل چھ ایام میں یہ خندق کھودی گئی۔ اس خندق کی لمبائی تقریباً چھ ہزار گز یا کوئی ساڑھے تین میل تھی۔

(ماخوذ از الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۲ صفحہ ۵۰-۵۱ غزوۃ رسول اللہ الخندق...... دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۷ء)

(اٹلس سیرت نبویؐ صفحہ 278 دار السلام 1424ھ)

حضرت ابوبکرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے۔ خندق کھودنے کے دوران حضرت ابوبکرؓ اپنے کپڑوں میں مٹی اٹھاتے تھے اور آپؓ نے خندق کھودنے میں بھی باقی صحابہ کے ساتھ مل کر کام کیا تا کہ خندق کی کھدائی کا کام مقررہ وقت کے اندر جلد از جلد مکمل ہو جائے۔

(الخلیفۃ الاول ابوبکر الصدیق از دکتور علی محمد الصلابی صفحہ ۶۵-۶۶، فی الخندق و بنی قریظۃ، دارالمعرفۃ بیروت، ۲۰۰۶ء)

خندق کھودنے میں کوئی مسلمان پیچھے نہیں رہا اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو جب ٹوکریاں نہ ملتیں تو جلدی میں اپنے کپڑوں میں مٹی منتقل کرتے تھے اور وہ دونوں نہ کسی کام میں اور نہ سفر و حضر میں ایک دوسرے سے جدا ہوتے تھے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد ۴ صفحہ ۳۶۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۳ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کی کھدائی میں سخت محنت کی۔ کبھی کدال چلاتے اور کبھی بیلچے سے مٹی جمع کرتے اور کبھی ٹوکری میں مٹی اٹھاتے۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ تھکاوٹ ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے۔ پھر اپنے بائیں پہلو پر پتھر کا سہارا لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند آ گئی تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے کھڑے ہو کر لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرنے سے روکتے رہے کہ کہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جگا نہ دیں۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد ۴ صفحہ ۳۶۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۳ء)

قریش اور اس کے حامیوں کے دس ہزار کے لشکر نے مدینہ کے مسلمانوں کا جب محاصرہ کرلیا تو اس محاصرہ کے زمانہ میں حضرت ابوبکر مسلمانوں کے لشکر کے ایک حصہ کی قیادت کر رہے تھے۔ بعد میں اس جگہ جہاں حضرت ابوبکرؓ نے قیادت فرمائی ایک مسجد بنا دی گئی جسے مسجد صدیق کہا جاتا تھا۔

(سیدنا صدیق اکبرؓ از الحاج حکیم غلام نبی صفحہ 41 مطبع آر۔آر پرنٹرز لاہور 2010ء)

یہ ذکر ابھی آئندہ بھی ان شاء اللہ چلے گا۔ اس وقت میں

بعض مرحومین کا ذکر

بھی کرنا چاہتا ہوں۔ اس میں پہلا ذکر ہے

مکرمہ مبارکہ بیگم صاحبہ

جو مختار احمد گوندل صاحب کی اہلیہ تھیں۔ 11؍ جنوری کو 93 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ چودھری غلام محمد گوندل صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہو تھیں۔ جماعتی خدمت بہت شوق سے بجا لاتی تھیں۔ اپنے گاؤں چک 99 شمالی کی صدر لجنہ بھی رہی ہیں۔ صوم و صلوٰۃ کی پابند، نیک اور غریب پرور اور مخلص خاتون تھیں۔ ساری عمر بچوں اور بڑوں کو قرآن کریم پڑھانے کی توفیق پائی۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ افتخار احمد گوندل صاحب مربی سلسلہ سیرالیون آپ کے بیٹے ہیں اور فواد احمد صاحب مربی سلسلہ کی دادی تھیں۔ اس کے علاوہ آپ کے خاندان میں پوتوں پوتیوں میں اَور بھی مربیان ہیں، واقفینِ زندگی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی دعائیں اپنی نسل کے لیے بھی قبول فرمائے۔

دوسرا ذکر

میر عبدالوحید صاحب

کا ہے۔ جن کی وفات بارہ تیرہ جنوری کی رات کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ 58 سال ان کی عمر تھی۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے پڑدادا میر احمد دین صاحب کے ذریعہ سے ہوا جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے دور میں 1911ء میں احمدیت قبول کی تھی۔ اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے اس طرح ننھیال کی طرف سے احمدیت کا نفوذ ان کے نانا حضرت شیخ اللہ بخش صاحبؓ آف بنوں سے ہوا۔ عبدالوحید صاحب کے دادا کا نام عبدالکریم صاحب تھا۔ انہیں تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ اس لیے ان کے یہ دادا پشاور میں مولوی عبدالکریم کے نام سے مشہور تھے۔ ذاتی مطالعہ بہت کرتے تھے۔ اپنی لائبریری بھی بنائی ہوئی تھی۔ 1974ء میں جب اسمبلی میں وفد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی سرکردگی میں پیش ہو رہا تھا تو بعض نایاب کتب کی ضرورت تھی جو ان کی لائبریری سے ملیں۔ ان کے بہنوئی نے یہ روایت دی ہے۔ 9؍ ستمبر 2020ء کو توہین رسالت کا جھوٹا الزام لگنے کی وجہ سے C-295 کے تحت میر عبدالوحید کی فیملی کے خلاف مقدمہ بنایا گیا اور ملاؤں اور عوام الناس نے ان کے گھر کا گھیراؤ کرلیا لیکن پولیس نے ان کو مع فیملی کسی طرح وہاں سے نکالا اور راولپنڈی پہنچا دیا۔ کچھ دنوں کے بعد راولپنڈی سے ہی ان کے گھر سے رات کو چھاپہ مار کر پولیس نے ان کے بیٹے عبدالمجید صاحب کو گرفتار کر لیا۔

اللہ تعالیٰ نے میر عبدالوحید صاحب کو دو بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازا تھا۔ ان کے ایک بیٹے جن کا ابھی ذکر کیا ہے عبدالمجید صاحب کو گرفتار کرلیا تھا۔ ابھی تک اسیر راہ مولیٰ ہیں۔ جیل میں ہی تھے جب ان کے والد کی وفات ہوگئی، یہ شامل نہیں ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کے لواحقین کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ اور جو بیٹے ان کے اسیر ہیں، بیس سال تقریباً عمر ہے، اللہ تعالیٰ ان کی رہائی کے بھی جلد سامان پیدا فرمائے۔

تیسرا ذکر ہے

مکرم سید وقار احمد صاحب

کا جو امریکہ میں تھے۔ 17؍ جنوری کو اٹھاون سال کی عمر میں ہارٹ اٹیک کی وجہ سے ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ وقار احمد کی اہلیہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی پڑنواسی؛ ان کے نواسے کی بیٹی اور حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی پوتی کی بیٹی ہیں۔ اس لحاظ سے ان کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان سے ہے۔ ان کی شادی شاہ صاحب کے ہاں ہوئی۔ اس خاندان میں وقار شاہ صاحب کے دادا سید ڈاکٹر ظہور شاہ صاحب کو بعد از ریٹائرمنٹ وقف کرنے کی توفیق ملی اور فجی میں خلافت ثالثہ کے دور میں مبلغ کے طور پر چند سال رہے۔ پھر ربوہ میں بھی خدمت کی توفیق ملی۔ جماعت سے اور خلافت سے وفا رکھنے والا خاندان ہے۔

ان کی بیوی شازیہ خان کہتی ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مجھے رشتہ کے لیے دعا کے لیے کہا اور پھر دعاؤں کے بعد جب میں نے حامی بھری تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس رشتہ کو منظور فرمایا۔ یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے یہ رشتہ طے کروایا تھا۔ لکھتی ہیں کہ وقار صاحب نے تینتیس سال کی شادی شدہ زندگی میں میری انگلی پکڑ کر مجھے چلایا۔ ہر ضرورت اور خواہش کا خیال رکھا۔ بے مثال باپ تھے۔ کبھی اپنے لیے کچھ نہیں کیا اور سادہ سے انسان تھے۔ اپنی کوئی خواہش نہیں تھی اور اگر کوئی تھی بھی تو گھر والوں پہ قربان کر دیتے تھے۔ کہتی ہیں کہ میرے لیے سب سے خوبصورت دن وہ تھا جب انہوں نے کسی کو نہایت فخر سے یہ کہا کہ میں مسجد جاتا ہوں اور اپنا عہد دہراتا ہوں اور میرے لیے اس عہد کو نبھانے سے زیادہ ضروری کچھ نہیں ہے۔ ہر چیز میں اس عہد پہ قربان کر سکتا ہوں اور یہ صرف باتیں نہیں ہیں بلکہ

میں نے دیکھا ہے، میں جانتا ہوں کہ ایک کڑا امتحان ان پہ آیا تو انہوں نے اس عہد کا پاس کیا اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا جو عہد کیا تھا اور جو نبھاتے رہے، اس کو پورا کیا اور کسی رشتہ کی پروا نہیں کی۔ خلافت کی اطاعت سے کبھی باہر قدم نہیں رکھا۔

کہتی ہیں کہ جو بات ان کو کبھی سمجھ نہیں بھی آتی تھی تو اس کی بھی اطاعت کرتے تھے کہ ہمارا کام اطاعت کرنا ہے۔ نہایت شکر گزاری والی طبیعت تھی اور کہتی ہیں ہر وقت مجھے بھی اس کی تلقین کرتے تھے۔ مالی قربانی میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ ان کے بیٹے عزیزم سید عادل احمد، جو اَب مربی سلسلہ ہیں، جامعہ احمدیہ کینیڈا سے انہوں نے شاہد پاس کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے والد ایک سادہ اور مخلص انسان تھے۔ کبھی اپنے آپ کی فکر نہیں کی اور ہمیشہ سب بچوں اور امی کی ضروریات کا خیال رکھا۔ کوئی اچھی چیز اپنے لئے نہیں لیتے تھے بلکہ کئی دفعہ یاد دہانی کروانی پڑتی تھی کہ اپنے اوپر بھی خرچ کر لیا کریں۔ مربیان اور نظام جماعت کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ ان کے سسر محمود احمد خان صاحب جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے نواسے اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے پوتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ وقار یعنی ان کے داماد ایک نہایت خوش اخلاق اور مہمان نواز انسان تھا۔ کہتے ہیں مَیں نے کبھی ان کے ماتھے پر بل نہیں دیکھا جتنے مرضی مہمان آ جائیں اور جو بھی ہو جائے ان کے ساتھ کوئی بات بھی ہو جائے۔ پھر کہتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ شروع میں اپنے بیٹے عادل کی لاپروا، زندگی میں جو لاپروائی ہوتی تھی، اس کو بار بار ٹوکا کرتا تھا لیکن جب عادل نے وقف کیا تو پھر وقار کا رویہ مکمل بدل گیا اور پھر یہی بچہ ان کا سب سے قریبی بن گیا اور اس کی بہت عزت اور احترام کرنے لگ گئے۔

منیر احمد صاحب سابق امیر جماعت ابوظہبی لکھتے ہیں کہ وقار صاحب ابوظہبی میں ملازمت کرتے رہے۔ ملازمت کے دوران فیملی کے ساتھ وہاں رہے۔ اس دوران میں ان کے گھریلو تعلقات بھی قائم ہوئے۔ ایک پروفیشنل تھے۔ بنک میں کام کرنے والے بینکر تھے۔ طبیعت کی سادگی اور ملنساری آپ کا خاص وصف تھا۔ سلسلہ اور نظام سے گہری وابستگی رکھتے تھے۔ خلافت کے لیے حد درجہ محبت اور اطاعت کے جذبہ سے سرشار تھے۔ کہتے ہیں امریکہ جانے تک اپنی رہائش گاہ کو جماعتی ضروریات کے لیے بڑی بشاشت سے پیش کیا جو جمعہ اور دیگر اجتماعات کے لیے کام آتی رہی۔ جماعت کے انٹرنل آڈیٹر کے طور پر بھی انہیں کام کرنے کی توفیق ملی۔ اسی طرح سید ہاشم اکبر نے بھی لکھا ہے کہ میں نے ان کے ساتھ کام کیا اور ہمیشہ ملنسار اور خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار پایا۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے بچوں کو بھی نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی اپنے بچوں کے لیے دعائیں بھی قبول فرمائے۔

ان سب کے جنازے مَیں نمازوں کے بعد پڑھاؤں گا۔ ان شاء اللہ۔ (الفضل انٹرنیشنل 18/ فروری 2022ء)

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

کبھی ٹوٹے گا نہیں۔ جماعت کے لٹریچر کا ترجمہ کرنے والے بھی جماعت کو مہیا ہوتے رہیں گے۔ تبلیغ اور تربیت کا کام چلانے والے بھی بڑی تعداد میں مہیا ہوتے رہیں گے اور نظامِ جماعت کے چلانے کے دوسرے شعبوں کو بھی واقفین کے گروہ مہیا ہوتے رہیں گے۔

پس اس بات کو ہمیں ہمیشہ اپنے سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔ ماں باپ کو اپنے بچوں کو پیش کرنے کے بعد اپنے فرض سے فارغ نہیں ہو جانا چاہئے۔ بیشک بچوں کو واقفینِ نَو میں پیش کرنے کا جذبہ قابلِ تعریف ہے۔ ہر سال ہزاروں بچوں کو واقفین نَو میں پیش کرنے کی درخواستیں آتی ہیں لیکن ان درخواستوں کے پیش کرنے کے بعد ماں اور باپ دونوں کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔ ان بچوں کو اس خاص مقصد کے لئے تیار کرنا جو دنیا کو ہلاکت سے بچانے کا مقصد ہے، اس کی تیاری کے لئے سب سے پہلے ماں باپ کو کوشش کرنی ہو گی۔ اپنا وقت دے کر، اپنے نمونے قائم کر کے بچوں کو سب سے پہلے خدا تعالیٰ سے جوڑنا ہو گا۔ بچوں کو نظامِ جماعت کی اہمیت اور اس کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار ہونے کے لئے بچپن سے ہی ایسی تربیت کرنی ہو گی کہ اُن کی کوئی اَور دوسری سوچ ہی نہ ہو۔ ہوش کی عمر میں آ کر جب بچے واقفینِ نَو اور جماعتی پروگراموں میں حصہ لیں تو اُن کے دماغوں میں یہ راسخ ہو کہ انہوں نے صرف اور صرف دین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنا ہے۔ زیادہ سے زیادہ بچوں کے دماغ میں ڈالیں کہ تمہاری زندگی کا مقصد دین کی تعلیم حاصل کرنا ہے۔ یہ جو واقفینِ نَو بچے ہیں ان کے دماغوں میں یہ ڈالنے کی ضرورت ہے کہ دین کی تعلیم کے لئے جو جماعتی دینی ادارے ہیں اُس میں جانا ضروری ہے۔ جامعہ احمدیہ میں جانے والوں کی تعداد واقفینِ نَو میں کافی زیادہ ہونی چاہئے۔

(خطبہ جمعہ 18/ جنوری 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

آج کی دعا

رَبِّ اغۡفِرۡ وَ ارۡحَمۡ وَ اَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰحِمِیۡنَ

(المومنون: 119)

ترجمہ:

اے میرے ربّ! بخش دے اور رحم کر اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

یہ قرآن مجید کی مغفرت اور رحمت کی پیاری دعا ہے۔

پیارے، قابل صد احترام آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس دعا کی تحریک فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں

پھر یہ دعا ہے

رَبِّ اغۡفِرۡ وَ ارۡحَمۡ وَ اَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰحِمِیۡنَ

(المومنون: 119)

اے میرے رب! بخش دے اور رحم کر اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

(خطبہ جمعہ 10 ستمبر 2010ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

حسیب احمد گھمن۔ جرمنی

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی سادہ طرز زندگی اور عاجزی

پچھلے دنوں ایک مشہور پاکستانی اینکر انیق ناجی صاحب کی ایک ویڈیو وائرل ہوئی جس میں انہوں نے احمدی افراد سے مخاطب ہوتے ہوئے بظاہر اپنی ہمدردی کا اظہار کیا اور افراد جماعت کو پاکستان میں مظالم سے بچنے کے لئے کچھ مشورے بھی دینے کی کوشش کی۔ آخر پر انہوں نے بڑے واضح الفاظ میں جماعت کی لیڈر شپ پر کچھ اعتراضات بھی کئے۔ اس ویڈیو کی زیادہ تفصیل میں تو مَیں نہیں جاؤں گا لیکن جماعت احمدیہ کی لیڈر شپ پر لگائے جانے والے اعتراضات پرضرور کچھ کہوں گا۔ نہ تو مَیں نے کبھی کوئی مضمون لکھا ہے اور نہ مجھے مضامین لکھنے آتے ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ قارئین کو یہ مضمون روایتی مضامین سے ذرا مختلف لگے۔ اسی طرح مجھے پاکستانی میڈیا سے زیادہ لگاؤ نہیں اور نہ ہی اسے بہت زیادہ فالو کرتا ہوں۔ لیکن جب یہ ویڈیو دیکھی تو اس میں احمدیت کی لیڈر شپ کے بارہ میں بیان کردہ باتوں کو سن کر سوچا کہ ان بے بنیاد اعتراضات کا جواب دیا جائے کیونکہ مجھ جیسے عام احمدی کا مشاہدہ ان اعتراضات سے بالکل مختلف ہے۔

انیق ناجی صاحب کا اعتراض بظاہر کوئی نیا اعتراض نہیں۔ کافی عرصہ سے احمدیہ لیڈرشپ کے بارہ میں لوگوں کے ذہنوں میں بالخصوص سوشل میڈیا کے ذریعہ یہ غلط تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ گویا احمدیہ لیڈرشپ ایک پُر تکلف زندگی گزارتی ہے۔ ذیل میں پانچ باتوں کا ذکر کروں گا جس سے احمدیہ لیڈرشپ یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی سادہ طرز زندگی اور عاجزی ظاہر عیاں ہو گی۔

1. حضور انور کی ذاتی آمدنی کا ذریعہ
2. حضور انور کے کھانا تناول فرمانے کا معمول
3. حضور انور کی رہائش
4. حضور انور کو جماعتی پیسوں کا خیال
5. حضور انور کی رہن سہن میں عاجزی کا اظہار

حضور انور کی ذاتی آمدنی کا ذریعہ

مکرم عابد خان صاحب جو کہ حضور انور کے پریس سیکرٹری ہیں اپنی 15 اکتوبر 2021ء کی ڈائری میں لکھتے ہیں:

حضور نے ایک احمدی کی طرف سے موصول ہونے والے خط کا ذکر کیا جس میں حضور کی ذاتی آمدنی کا ذریعہ دریافت کیا گیا تھا۔ میں یہ سن کر بہت پریشان ہوا کہ ایک احمدی اس قسم کے تجسس یا خدشات کو رکھ سکتا ہے۔ اگر معصومانہ تجسس سے پوچھا جائے تو بھی میری نظر میں کسی احمدی کو خلیفہ وقت سے ایسا سوال کرنا مناسب نہیں تھا۔ ذاتی طور پر میں نے سوچا کہ اس طرح کے سوال کے جواب کی ضرورت بھی نہیں، البتہ حضور کے پاس چھپانے کے لیے کچھ نہیں ہے اور خواہش رکھتے ہیں کہ کسی بھی ایسے سوال یا غلط سوچ کا جو کسی احمدی کے ایمان کو ممکنہ طور پر کمزور کرسکتا ہو، جواب دیا جائے۔ اس طرح سوال کی ذاتی نوعیت کے باوجود حضور نے براہ راست سوال کا جواب اس احمدی کو بھیجا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:

’’میں نے اس احمدی کو لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے میرے پاس جو کچھ بھی ہے اس میں برکت دی ہے۔ میرے پاس پاکستان میں ایک فارم ہے جو کامیاب ثابت ہوا ہے اور اس سے ذاتی آمدنی کے ساتھ ساتھ کچھ دوسرے ذاتی ذرائع بھی ہیں۔ چونکہ میرا پس منظر زراعت اور کاشتکاری میں ہے، میں نے کچھ نئی زرعی تراکیب تیار کی ہیں جو میرے فارم پر استعمال ہوتی ہیں اور ان کے اچھے نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ حالانکہ سب سے بڑھ کر یہ اللہ کا فضل ہے۔‘‘

جوں جوں میں سنتا رہا، مجھے افسوس ہوتا رہا کہ ایک احمدی نے اس معاملے کے بارے میں پوچھا کیا ہے۔ مجھے یاد آیا کہ گزشتہ ملاقات میں حضور نے مجھ سے کہا کہ جب وہ بیرون ملک سفر کرتے ہیں تو حضور کی محترم زوجہ محترمہ آپا جان کے سفری اخراجات وہ ذاتی طور پر ادا کرتے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ میں نے حضور سے کہا تھا کہ خالہ صبوحی (حضور کی محترم اہلیہ) حضور کے سفر میں مسلسل جماعت کے فرائض سرانجام دیتی ہیں، لجنہ کے ارکان سے ملاقاتیں، تقریبات میں شرکت اور بہت کچھ کرتی ہیں۔ حضور نے تسلیم کیا کہ یہ سچ ہے لیکن انہوں نے کہا کہ وہ جماعت کا ایک پیسہ بھی غیر ضروری طور پر خرچ کرنے کی خواہش نہیں رکھتے اس لیے انہوں نے اس طرح کے سفری اخراجات ذاتی طور پر ادا کرنے کو ترجیح دی۔‘‘

حضور انور کے کھانا کھانے کا معمول

عموماً ملک کے بڑے سربراہان یا دوسرے بڑے لیڈروں کے لئے سفر وحضر میں پُر تکلف کھانے تیار کئے جاتے ہیں۔ جتنی زیادہ ڈشیں تیار ہوں اور جتنا بڑا دسترخوان لگے اتنی بڑی شان اس سربراہ یا لیڈر کی جاتی ہے۔ اسی طرح بڑے بڑے لیڈر مہنگے اور مشہور فائیو اسٹار ہوٹلوں میں کھانا کھاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

خاکسار کی اہلیہ کی خالہ کو کافی عرصہ سے جرمنی کے دورہ جات کے دوران حضور انور کی مہمان نوازی کا موقع ملتا رہتا ہے۔ آپ بتاتی ہیں کہ حضور انور کا دسترخوان عام سوچ سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ حضور انور کی خوراک انتہائی سادہ اور کم ہوتی ہے۔ دو ڈشوں سے زیادہ تیار نہیں ہوتا۔ پلاؤ، ابلے چاول، دال، کدو، آلو گوشت جیسے عام کھانے ہوتے ہیں۔ حضور انور زیادہ سے زیادہ ایک یا ڈیڑھ پھلکا تناول فرماتے ہیں اور یہ پھلکا بھی ہمارے گھروں میں بنائی جانے والی عام روٹی سے آدھا ہوتا ہے۔ ناشتہ بھی بہت سادہ ہوتا ہے جس میں ایک آدھ پھلکا اور انڈا فرائی یا آلو کی بھجیا وغیرہ ہوتی ہے اور میٹھے میں بھی صرف زردہ وغیرہ ہوتا ہے جو کہ حضور انور بہت کم استعمال فرماتے ہیں۔ کسی قسم کا پُر تکلف کھانا یا دسترخوان نہیں لگتا۔

اسی طرح حضور انور باقی لیڈروں کی طرح کسی بھی مشہور اور مہنگے ریسٹورنٹ میں کھانا کھاتے ہوئے نظر نہیں آئیں گے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضور انور ایدہ اللہ کا کھانے پینے کا اور زندگی گزارنے کا طرز دنیاوی لیڈروں اور سربراہان سے بالکل مختلف ہے۔

حضور انور کی رہائش

دنیاوی لیڈر جن کا مقصد دنیا میں اچھی بودوباش اختیار کرنا ہوتا ہے بڑے بڑے محلات میں رہتے ہیں اور آرام دہ زندگی گزارنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ حضور انور کی رہائش 16 سال تک مسجد فضل لندن میں رہی اور 15 اپریل 2019ء کو حضور انور کی رہائش گاہ اسلام آباد ٹلفورڈ میں منتقل ہوئی۔ اُسی سال مجھے اسلام آباد جانے اور ایک مجلس میں بیٹھنے کا موقع ملا جس میں منیر الدین شمس صاحب بھی موجود تھے۔ انہوں نے بتایا کہ جس رہائش گاہ میں حضور انور مسجد فضل لندن میں 16 سال تک مقیم رہے وہ انہوں نے دیکھی ہوئی ہے۔ موصوف ذکر کرتے ہیں کہ وہ رہائش گاہ لندن کے عام چھوٹے اور تنگ فلیٹ کی طرح ہے۔ اس فلیٹ کا بیڈروم اتنا چھوٹا ہے کہ بیڈ پر صرف ایک طرف سے چڑھا جا سکتا ہے۔

ہر وہ شخص جس نے لندن کے تنگ اور چھوٹے فلیٹ دیکھیں ہوں گے، بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ جگہ کتنی تنگ ہوگی۔ ماسوا اس کے یہ ایک طبعی امر ہے کہ جتنی زیادہ مصروفیت اور ذمہ داری کسی شخص پر ہو اتنا زیادہ اسے کھلی فضا اور آرام دہ سہولت کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس کے قوی آرام کے بعد پھر توانائی حاصل کرسکیں اور تمام فرائض مستعدی سے سرانجام دیئے جا سکیں۔ سخت مصروفیت اور کروڑوں لوگوں کی سربراہی کے باوجود حضور انور نے اتنا لمبا عرصہ ایسی تنگ جگہ پر اپنی رہائش رکھی۔ یہ بات حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی عاجزی اور سادہ طرز زندگی گزارنے پر دلیل کافی ہے۔

حضور انور کو جماعتی پیسوں کا خیال

غالباً دسمبر 2011ء کی بات ہے۔ میں جامعہ احمدیہ جرمنی میں درجہ اولیٰ کا طالب علم تھا۔ سردیوں کی تعطیلات میں مَیں نے دو طالب علم ساتھیوں کے ساتھ ایک ہفتہ کے لئے یوکے جانے اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے کا پروگرام بنایا۔ ملاقات کے دوران مَیں نے موسم کی مناسبت سے گرم کپڑے کی شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی۔ جیسا ہی حضور انور کے دفتر میں مَیں داخل ہوا تو اچانک شدید قسم کی ٹھنڈ محسوس ہوئی۔ ملاقات کے دوران تو اس بارہ میں زیادہ سوچنے کا موقع نہیں ملا لیکن جب تصویر بنانے کے لئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سامنے بلایا تو سردی کی شدت کی وجہ سے جسم تھوڑا سا کانپنا شروع ہوا۔ اس بات کو حضور انور نے بھی محسوس کیا اور مجھ سے دریافت فرمایا کہ ’’کیا تمہیں ٹھنڈ لگ رہی ہے؟‘‘ اس پر مَیں نے جواب دیا کہ ’’جی حضور!‘‘

بہر حال ملاقات ختم ہوگئی۔ اس ملاقات کے بعد جس طرح سے باقی سفر میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے نظارے دیکھنے کو ملے، وہ داستان الگ ہے۔ لیکن ایک سوالیہ نشان میرے ذہن میں رہا کہ حضور انور کے دفتر میں اتنی سردی کیوں تھی؟ یہ راز کئی سالوں تک مجھ پر نہ کھلا یہاں تک

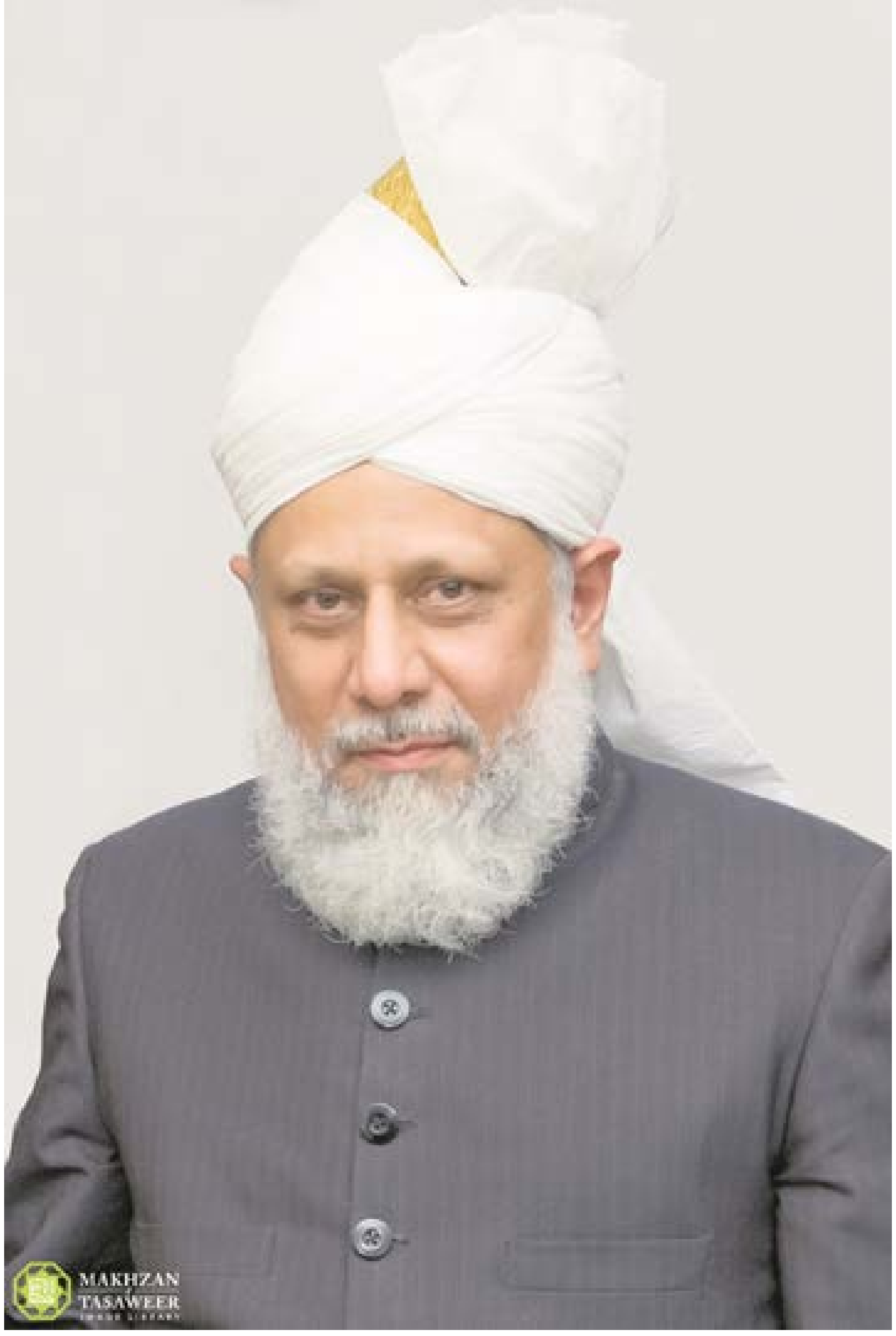

کہ میں نے حضور انور کے پریس سیکریٹری مکرم عابد خان کی مئی اور جون 2015ء کی ڈائری پڑھی جس میں انہوں نے اس بات کا ذکر کیا کہ انہوں نے خود حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کو سردیوں میں اپنے دفتر میں گرم اوور کوٹ اور سکارف پہنے ہوئے دیکھا ہے۔ جب میں نے اس بات کو پڑھا تو فوراً مجھے اپنی ملاقات یاد آ گئی اور اس ملاقات کے دوران ٹھنڈ کی وجہ بھی معلوم ہوگئی۔حضور انور کا ہیٹر کی سہولت موجود ہونے کے باوجود جماعتی خرچ کا خیال رکھنا عاجزی کی انتہا کی ایک ایسی اعلیٰ مثال ہے جس تک کوئی اور لیڈر کبھی نہیں پہنچ سکتا۔

حضور انور کی عاجزی کا ایک واقعہ

حضور انور کی عاجزی کی انتہا کا ایک اور واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں جس نے ذاتی طور پر مجھے بہت متاثر کیا۔ اس کا ذکر مکرم عابد خان نے اپنی اپریل 2017 ء کی ڈائری میں کیا ہے۔حضور انور جرمنی کے دورہ پر تھے اور رہائش معمول کے مطابق بیت السبوح فرینکفرٹ میں تھی۔ کچھ دنوں بعد چند مساجد کے افتتاح کی غرض سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی رہائش بیت السبوح فرینکفرٹ سے باہر رہی ۔ جب حضور انور واپس بیت السبوح فرینکفرٹ تشریف لائے تو کچھ دن گزر جانے کے بعد اس بات کا علم ہوا کہ جب حضور انور بیت السبوح فرینکفرٹ واپس تشریف لائے تو آپ کی رہائش گاہ میں گرم پانی کی سہولت مہیا نہیں تھی اور کچھ وقت حضور انور کے زیر استعمال ٹھنڈا پانی ہی رہا ۔ آخر کچھ وقت یا شاید ایک دن کے بعد جا کر حضور انور نے اس کو ٹھیک کرنے کا فرمایا۔

دنیاوی بادشاہوں اور لیڈروں کے آرام میں جب ذرا سی بھی کمی آتی ہے تو وہ فوراً طیش میں آجاتے ہیں اور اپنے آرام میں کسی قسم کا بھی خلل واقع نہیں ہونے دینا چاہتے۔لیکن قربان جائیں حضور انور کی ذاتِ اقدس پر کہ کسی قسم کا شکوہ اور شکایت آپ نے نہیں کی اور کئی دنوں تک ٹھنڈا پانی ہی استعمال کرتے رہے ۔

ان مختصر سی مثالوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جماعت احمدیہ کی لیڈرشپ جیسی سادگی اور عاجزی کسی اور لیڈرشپ میں نہ ملتی ہے اور نہ ہی آئندہ ملے گی۔

ایک اور اعتراض کا جواب

آخر پر انیق ناجی صاحب کے ایک اور اعتراض پر بھی کچھ کہنا چاہوں گا۔ انیق ناجی صاحب نے احمدیہ لیڈرشپ کے مرسڈیز کار استعمال کرنے پر بھی اعتراض کیا۔ اس کے جواب میں تین باتیں مختصراً ذکر کرنا چاہوں گا۔

1.ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے والد کو جو کہ اس کے لئے قابل عزت اور احترام ہوتا ہے ہر آرام وہ سہولت میسر ہو اور وہ اسے اچھی سے اچھی گاڑی استعمال میں دے ۔ ہر احمدی، خلیفۃ المسیح سے اپنے والد سے کہیں زیادہ محبت اور پیار رکھتا ہے اور اپنے تمام عزیزوں اور پیاروں سے زیادہ ترجیح دینے کے لئے ہر دم تیار رہتا ہے اور یہ زیادہ پسند کرتا ہے کہ اگر اس کے والد یا کسی اور عزیز کو کوئی تنگی اٹھانی پڑے تو پڑے لیکن خلیفہ وقت کو کسی قسم کی تنگی یا تکلیف نہ اٹھانی پڑے ۔

2.اسی طرح حضور انور ،اسلام کی امن پسند تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کے لئے بڑے بڑے ایوانوں میں تشریف لے جاتے ہیں اور بڑے بڑے ملکی سربراہان سے ملتے ہیں۔ ہر احمدی کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح کی حیثیت دنیا کے سب لیڈروں اور سربراہوں سے بڑھ کر ہے۔ کوئی احمدی یہ خواہش نہیں کرے گا کہ ان دنیاوی سربراہان کے سامنے ان کا پیارا کسی بھی طرح سے بے شک ظاہری اعتبار سے ہی سہی کم نظر آئے۔

یہاں یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا کہ حضور کی جو مرسڈیز گاڑی ہے وہ جماعت نے نہیں خریدی ہوئی بلکہ ایک مخلص فیملی خلافت رابعہ کے زمانہ سے حضور کی خدمت میں پیش کرتی چلی آ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی بہترین جزاء عطا فرمائے۔

3.اسی طرح مغربی ممالک کے سربراہان کو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ عموماً حضور ﷺ کی حدیث کے مطابق قوم کے سردار ہونے کے باوجود قوم کے خادم ہوتے ہیں ۔ اس کے باوجود مغربی عوام اپنے سربراہان کی کسی قسم کی فضول خرچی برداشت نہیں کرتی۔ لیکن پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ یہی عوام اس بات پر کبھی انگلی نہیں اٹھاتی کہ ان کے لیڈر کیوں مرسڈیز یا دوسری بڑی گاڑیوں میں گھومتے ہیں۔ کیونکہ جہاں بھی وہ جاتے ہیں وہ ملک کی نمائندگی کر رہے ہوتے ہیں اور اپنے ملکی مفاد کی خاطر ان گاڑیوں کو استعمال کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب بھی امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سفر اختیار فرماتے ہیں تو وہ کسی ذاتی مفاد کے لئے نہیں ہوتا بلکہ صرف للّٰہی اور اسلام کی تبلیغ کی خاطر ہوتا ہے۔ جہاں بھی حضور پُر نور سفر کے لئے تشریف لے جاتے ہیں وہاں پر لوگوں کو اسلام کی امن پسند تعلیم سے متعارف کرواتے ہیں اور اسلام کے خلاف لگائے جانے والے اعتراضات کا جواب دیتے ہیں۔

یہاں پر سب خلافت پر اعتراضات لگانے والوں سے بس ایک سوال ہے۔ آپ نے آج تک اسلام کی خدمت کے لئے کونسی محنت کی ہے؟ کس ایوان میں جاکر اسلام کی امن پسند تعلیم پیش کی ہے؟ کتنے غیر مسلموں سے مل کر ان کو اسلام کی خوبصورت تعلیم پیش کی ہے؟ کتنے غیر مسلم صحافیوں سے گفتگو کی ہے؟ کتنے غیرمسلموں کے تحفظات کو دور کیا ہے اور کتنے لوگوں تک اسلام کی خوبصورت تعلیم پہنچائی ہے؟ آج کل کے تمام نام نہاد اسلام کے ٹھیکیداروں اور خلافت احمدیہ پر اعتراضات لگانے والوں نے مل کر بھی اسلام کی خوبصورت اور امن پسند تعلیم اتنی دور تک نہیں پہنچائی جتنی صرف خلافت احمدیہ نے پہنچائی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی سادگی اور عاجزی تو مجھ جیسے دور رہنے والے ایک عام احمدی کو بھی نظر آتی ہے۔ افسوس کہ دنیادار اس حسن لازوال کو شناخت نہیں کر پاتے۔حقیقت میں ایسے لوگ تو ظاہر میں جتنے خوبصورت نظر آتے ہیں اس سے کہیں زیادہ باطن میں خوبصورت ہوتے ہیں اور یہی اولیاء اللہ کی خاصیت ہوتی ہے۔ انہیں دنیا اور دنیاوی آسائش و آرام سے کوئی نسبت نہیں ہوتی۔ ان کا اوڑھنا بچھونا صرف خدا ہوتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباس پر میں یہ مضمون ختم کرتا ہوں۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’اس مومن سے الوہیت کے آثار اور افعال ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ لوہا بھی اس درجہ پر آگ کے آثار اور افعال ظاہر کرتا ہے مگر یہ نہیں کہ وہ مومن خدا ہوگیا ہے بلکہ محبت الٰہیہ کا کچھ ایسا ہی خاصہ ہے جو اپنے رنگ میں ظاہر وجود کو لے آتی ہے اور باطن میں عبودیت اور اس کا ضعف موجود ہوتا ہے۔ اس درجہ پر مومن کی روٹی خدا ہوتا ہے جس کے کھانے پر اس کی زندگی موقوف ہے اور مومن کا پانی بھی خدا ہوتا ہے جس کے پینے سے وہ موت سے بچ جاتا ہے۔ اور اس کی ٹھنڈی ہوا بھی خدا ہی ہوتا ہے جس سے اس کے دل کو راحت پہنچتی ہے۔ اور اس مقام پر استعارہ کے رنگ میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ خدا اس مرتبہ کے مومن کے اندر داخل ہوتا ہو اور اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کرتا اور اس کے دل کو اپنا تخت گاہ بنالیتا ہے۔ تب وہ اپنی روح سے نہیں بلکہ خدا کی روح سے دیکھتا اور خدا کی روح سے سنتا اور خدا کی روح سے بولتا اور خدا کی روح سے چلتا اور خدا کی روح سے دشمنوں پر حملہ کرتا ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 216)

طاہر احمد۔ فن لینڈ

کبھی کبھی خیال آتا ہے!

تبرکات کی حقیقت

ایک لفظ کا ہماری روزمرہ زندگی میں اتنا استعمال ہے کہ شاید ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ یہ ہماری زندگی کا حصہ ہے۔ وہ لفظ ہے ’’برکت‘‘، درود شریف میں آنحضرت ﷺ کے لیے برکت کی دعا ہو، کھانا کھاتے ہوئے برکت کی دعا ہو، چندے کی ادائیگی سے مال میں برکت کا مشاہدہ ہو، خلافت کی برکات پر تحریر و تقاریر ہوں یا ذاتی تجربات غرض یہ چند مثالیں ہیں برکت کے استعمال کی اس کے علاوہ اگر ہم سوچیں تو شاید حیران رہ جائیں کہ ہماری زندگیوں میں اس لفظ کی کتنی اہمیت ہے۔ لیکن اکثر ہم بے دھیانی میں غور کیے بغیر آگے گزر جاتے ہیں اور ہم سمجھ نہیں پاتے کہ برکت ہے کیا؟ یہ اتنا وسیع مضمون ہے کہ اس پر کتابیں تحریر کی جا سکتی ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی انگوٹھی میں برکت

کچھ عرصہ پہلے خاکسار سے ایک نوجوان نے سوال کیا کہ کچھ احمدی الیس اللّٰہ کی انگوٹھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی انگوٹھی سے مَس کی گئی ہو وہ کیوں پہنتے ہیں، جواب میں فوراً منہ سے نکل گیا کہ برکت کے لیے۔ اس نوجوان نے ایک اور سوال داغ دیا کہ اچھا! اگر احمدی برکت کے لیے انگوٹھی پہنے اور باقی مسلمان اگر تعویذ وغیرہ برکت کے لیے پہنیں تو اس میں فرق کیا ہے؟ فوری طور پر منہ سے جواباً نکلا کہ فرق خلافت کا ہے اور خلیفہ وقت کی ذاتی برکت کا ہے جو روحانی تسلسل میں آنحضور ﷺ کی نیابت میں موجود ہے۔

یہاں میں خود حضور انور کے الفاظ میں ایک جواب درج کرتا ہوں جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

’’بسا اوقات جب میں ایسا کرتا ہوں تو میرے دل میں خیال آتا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ’’بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے‘‘۔ مزید برآں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی انگوٹھی اس الہام کو مدنظر رکھ کر بنائی گئی ہے کہ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔ یعنی کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے۔ اس لیے میرا یقین ہے کہ ضرور اس میں برکت رکھی گئی ہے۔ اس لیے بسا اوقات میں دعا کے لیے کہنے والوں پر دعا کرتے ہوئے یہ انگوٹھی بھی مس کرتا ہوں۔ بہر حال میں ایسا اس وقت کرتا ہوں جب اللہ میرے دل میں یہ خیال ڈالے یا اگر کوئی بار بار مجھ سے ایسا کرنے کا کہے۔ میں کئی دفعہ ایسا اس لیے کرتا ہوں کہ میرے دل میں اللہ کی طرف سے شدت سے ایسا کرنے کا خیال آتا ہے کہ ایسا کرنے میں مضائقہ نہیں۔ میں ایسا ہر ایک کے لیے نہیں کرتا بلکہ ان کے لیے کرتا ہوں جس کے بارے میں اللہ میرے دل میں خیال ڈالتا ہے۔

(روزنامہ الفضل آن لائن مورخہ 23؍ اکتوبر 2021ء)

صحابہؓ اور آنحضورؐ کے تبرکات

آنحضور ﷺ کے دور میں صحابہؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تبرک لیا کرتے تھے۔ اور خود بھی تبرک لینے کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے دوران جب آنحضور ﷺ مکہ کے گرد و نواح میں مقیم تھے۔ قریش مکہ نے اپنا ایک سفیر مسلمانوں کی طاقت کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا۔ اس نے واپس جا کر سرداران کفار کو مشورہ دیا کہ مسلمانوں سے ہرگز لڑائی نہ کرنا میں نے موتیں دیکھی ہیں۔ وہ اپنے رسول ﷺ کے ارد گرد محبت سے سرشار بیٹھے رہتے ہیں۔ ان کے رسول جب وضو کرتے ہیں تو وہ اس پانی کو نیچے گرنے نہیں دیتے بلکہ اس بچے ہوئے پانی کو اپنے مونہوں پر پیار سے ملتے اور بعض پی بھی لیتے ہیں۔ دراصل یہ تبرک تھا جو صحابہؓ پی لیا کرتے تھے

(الفضل انٹرنیشنل 27 مئی 2021ء صفحہ 22-23)

تقاضائے محبت

ایک بار جب تعویذ اور دم وغیرہ سے متعلق ایک سوال حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں پیش ہوا تو اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ جناب مولانا حکیم نورالدین رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ: ’’احادیث میں کہیں اس کا ثبوت ملتا ہے کہ نہیں؟‘‘ حضرت مولانا صاحب نے عرض کی کہ: لکھا ہے کہ خالد بن ولیدؓ جب جنگوں میں جاتے تو آنحضرت ﷺ کے موئے مبارک جو کہ آپ کی پگڑی میں بندھے ہوتے آگے کی طرف لٹکا لیتے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے صرف ایک دفعہ صبح کے وقت سارا سر منڈوایا تھا تو آپ نے نصف سر کے بال ایک خاص شخص کو دے دیئے اور نصف سر کے بال باقی اصحاب میں بانٹ دیئے۔ آنحضرت ﷺ کے جُبہ مبارک کو دھو دھو کر مریضوں کو بھی پلاتے تھے اور مریض اس سے شفایاب ہوتے تھے۔ ایک عورت نے ایک دفعہ آپ کا پسینہ بھی جمع کیا۔

یہ تمام اذکار سن کر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ: ’’پھر اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ بہرحال اس میں کچھ بات ضرور ہے جو خالی از فائدہ نہیں ہے اور تعویذ وغیرہ کی اصل بھی اس سے نکلتی ہے بال لٹکائے تو کیا اور تعویذ باندھا تو کیا۔ میرے الہام میں جو ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ آخر کچھ تو ہے تبھی وہ برکت ڈھونڈیں گے مگر ان تمام باتوں میں تقاضائے محبت کا بھی دخل ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 357-358 ایڈیشن 1988ء)

جیسا کہ آپؑ نے فرمایا کہ ان تمام باتوں میں تقاضائے محبت کا بھی دخل ہے، آپ ﷺ کی وفات کے بعد خلفاء راشدین اور صحابہ رضوان اللہ علیہم سے منسوب اشیاء سے برکت کے حصول کی کوششوں سے تاریخ اسلامی بھری پڑی ہے۔ ایک طرف اگر ہم ترکی کے توپ کاپی محل کے عجائب گھر کو دیکھیں تو وہاں موجود آنحضرت ﷺ، خلفاء اور صحابہ رضوان اللہ علیہم سے منسوب تبرکات کو شیشوں میں بند اور محفوظ الماریوں میں دیکھنے کے لیے ہر سال ہزاروں لاکھوں لوگ وہاں جاتے ہیں۔ جہاں ان عجائب گھروں میں سچے اور منسوب تبرکات پر تاریخ کا پردہ پڑا ہوا ہے اور جہاں ان کی اصلیت پر شکوک و شبہات کا سایہ ہے اور جہاں غیر احمدی احباب کے تقاضائے محبت میں غلو اس دور میں اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ شرک تک جا پہنچا ہے وہاں صرف جماعت احمدیہ ہی ہے جو خلیفہ وقت کے زندہ وجود سے اس برکت کو پا رہی ہے اور ہر جگہ اقلیت میں ہونے کے باوجود ترقیات کی منزلیں طے کرتے جا رہے ہیں۔

خلیفہ وقت کا خط اور برکات

اب اس مضمون کو آگے بڑھاتا ہوں یقیناً تمام ہی لوگ خلیفہ وقت کو خط لکھتے ہوں گے اور بقول غالب

خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو
ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے

اس کی برکات سے واقف ہوں گے کہ کس طرح خلیفہ وقت کی دعاؤں کے طفیل ہماری دعائیں قبول ہوتی ہیں اور کام بن جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بہت دفعہ سوشل میڈیا پر بھی یہ خوشکن نظارہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ نئی نسل اور یورپ کے ملکوں میں پیدا ہوئی نسل کا بھی خلافت سے کتنا اچھا اور ذاتی تعلق ہے جب وہ خوشی سے مسرور ہو کے اظہار کر رہے ہوتے ہیں کہ پیارے حضور کا خط موصول ہوا ہے۔ یہ اظہار تعلق خود اس برکت کا زندہ ثبوت ہے یہ تعلق اور عشق کا اظہار ایک ایسی سرمستی کی کیفیت ہے کہ شاید جس کا بیان ممکن نہ ہو۔ اور جب کبھی خط کے جواب میں کچھ تاخیر ہو جائے تو ان عشاق کی تڑپ کو شاید حضرت امیر خسرو کا یہ مصرعہ مناسب طور پر بیان کر سکے

نہ نیند نیناں نہ انگ چیناں نہ آپ آوے نہ بھیجے پتیاں

حضرت مسیح موعودؑ حقیقۃ الوحی میں انبیاء و اولیاء اللہ کے روحانی فیوض کے متعلق فرماتے ہیں: ’’اور بباعث نہایت درجہ فنافی اللہ ہونے کے اسکی زبان ہر وقت خدا کی زبان ہوتی ہے اور اسکا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہوتا ہے.... ایسا ہی انکے ہاتھوں میں اور پیروں میں اور تمام بدن میں ایک برکت دی جاتی ہے جسکی وجہ سے ان کا پہنا ہوا کپڑا بھی متبرک ہو جاتا ہے اور اکثر اوقات کسی شخص کو چھونا یا اسکو ہاتھ لگانا اسکے امراض روحانی یا جسمانی کے ازالہ کا موجب ٹھہرتا ہے۔ اسی طرح انکے رہنے کے مکانات میں بھی خدائے عزوجل ایک برکت رکھ دیتا ہے وہ مکان بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے خدا کے فرشتے اسکی حفاظت کرتے ہیں۔ اسی طرح انکے شہر یا گاؤں میں بھی ایک برکت اور خصوصیت دی جاتی ہے۔ اسی طرح اس خاک کو بھی کچھ برکت دی جاتی ہے جس پر ان کا قدم پڑتا ہے‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 18-19)

ایک اور جگہ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’اور اسکی زبان اور بیان اور تمام افعال اور اقوال اور حرکات و سکنات میں ایک برکت رکھی جاتی ہے‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 229)

چونکہ انکی ہر حرکت و سکون اور اشیاء میں برکت رکھی جاتی ہے، انکی سانسیں دمِ عیسیٰ ہوتی ہیں ان کے بدن کی ایک ایک پور سے برکت ٹپک رہی ہوتی ہے تو انکے قریب جانے اور انکی چیزوں کے قریب جانے والا بھی ان برکتوں سے حصہ پاتا ہے۔ اس آخری زمانے میں اللہ تعالیٰ نے جہاں اسلام کی ترقی و ترویج کو احمدیت سے متصل کر دیا ہے اور جہاں اللہ نے یہ مقدر کر دیا ہوا ہے کہ یہ تبلیغ زمین کے کناروں تک پہنچے گی وہیں اللہ نے کونے کونے تک ان برکتوں کو بھی پہنچانے کا انتظام کر دیا ہے اور غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسا شاندار انتظام ہے کہ آج سے پہلے کسی

زمانے میں بھی یہ انتظام نہیں تھا اور وہ ہے خلیفہ وقت کے خطوط کا انتظام۔ دنیا کا کون سا کونا ہو گا جہاں خلیفہ وقت کے دستخط والا خط نہیں پہنچا ہو گا اور ہم میں سے اکثر کے پاس کوئی نہ کوئی ایسا خط موجود ہو گا جس پر خلیفہ وقت کے دستخط موجود ہوں گے۔

کبھی کبھی مجھے یہ خیال آتا ہے کہ یہ جو میرے خط کے جواب میں حضور کا خط آیا ہے وہ تبرکات کا کیسا بڑا خزانہ ہے۔

کبھی کبھی خیال آتا ہے!

• **کبھی کبھی خیال آتا ہے!** جب حضور نے ہاتھ بڑھا کے یہ کاغذ اٹھایا ہو گا تو اس پر آپ کی نظر پڑی ہو گی یعنی یہ خط میرے محبوب کی نظر بھی اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔

• **کبھی کبھی خیال آتا ہے!** اس خط کو تھامے آپ ایدہ اللہ تعالیٰ کے لب دعا کے لیئے ہلے ہوں گے۔

• **کبھی کبھی خیال آتا ہے!** جب آپ کی نظر اس خط کی سطروں اور الفاظ پر ہو گی تو آپ کے دل سے دعا نکلی ہو گی یعنی حرف حرف آپ کی نظر و دعا کا شاہد ہے۔

• **کبھی کبھی خیال آتا ہے!** آپ کے مبارک ہاتھوں کا لمس اس خط کے کاغذ پر محفوظ ہوا ہو گا جو اس کاغذ کے ٹکڑے کو ہمارے لیے ہمیشہ کے لیے متبرک کر گیا ہے۔

• **کبھی کبھی خیال آتا ہے!** آپ کے مبارک کپڑوں میں سے شاید آپ کی آستین یا آپ کی شیروانی اس خط سے مَس کی ہو اور وہ کپڑوں کی برکت بھی اس خط میں منتقل ہو گئی ہو۔

• **کبھی کبھی خیال آتا ہے!** کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وہ مبارک انگوٹھیاں جو حضور انور نے اپنے انگلیوں میں پہنی ہوتی ہیں شاید جب آپ نے یہ خط پکڑا ہو تو وہ بھی اس کو چھو گئی ہوں اور ایک نبی کے جسم کے لمس۔ ہاں اُس نبی کے جسم کا لمس جو حضرت محمد ﷺ کا بروز ہے کا اثر بھی اس کاغذ میں منتقل ہو گیا ہو۔

• **کبھی کبھی خیال آتا ہے!** یہ خط آپ کی ٹیبل پر پڑا رہا ہو گا جہاں نجانے کون کون سی روحانی لہریں اس کاغذ کے آر پار گئی ہوں گی۔

• **کبھی کبھی خیال آتا ہے!** نجانے کتنی دیر یہ خط حضور کی ٹیبل پر پڑا رہا ہو اور حضور کی دلکش آواز و دعاوں کا شاہد رہا ہو اور حضور کی صحبت میں رہ کر یہ اب ہمارے ہاتھوں میں پہنچا ہے۔

• **کبھی کبھی خیال آتا ہے!** کہ جب آپ نے قلم سے اس خط پر اپنے دستخط مہر ثبت کیے، اُس قلم سے جس سے شاہکار خطبات کا متن آپ لکھتے ہوں گے، کیا کیا بُت آپ کے اس قلم سے ٹوٹتے ہوں گے اور کتنے شیطان آپ کے اس قلم کی طاقت سے باطل ٹھہرتے ہوں گے۔

• **کبھی کبھی خیال آتا ہے!** شاید آپ کے سانسوں کی خوشبو بھی اس خط سے ٹکرائی ہو، وہ سانس جو ہر لحظہ اسلام کی خدمت میں صرف ہوتے ہیں۔

• **کبھی کبھی خیال آتا ہے!** اور سب سے بڑھ کر آتا ہے کہ کم از کم ایک سیکنڈ یا ایک لمحہ خلیفہ وقت نے اپنی زندگی کا اس خط پر صرف کیا ہو گا، اس خط پر جواب میرے پاس ہے اور میں اس لمحے کا یا ان لمحوں کا امین ہوں۔

یہ خیالات جب دل میں پیدا ہوتے ہیں تو خیال آتا ہے کہ شاید ہم اس تبرک کا وہ احترام نہ کر رہے ہوں جو ہمیں کرنا چاہیے اور شاید ہم خدا کا اس طرح شکر نہ کر رہے ہوں جس طرح اس نعمت کے ملنے کے بعد اس کا حق ہے۔

اللہ کرے ہم سب خلیفہ وقت کے وجود سے ہر طور برکتیں سمیٹنے والے ہوں۔ آمین

ایڈیٹر کے نام خط

غیر از جماعت قارئین کی طرف سے الفضل میں ”حجاب“ پر آرٹیکلز لکھنے کی درخواست

مکرم علامہ محمد عمر تماپوری کوآرڈینیٹر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی۔علیگڑھ انڈیا سے ایڈیٹر کے نام خط میں لکھتے ہیں۔

ان دنوں انڈیا کی ایک ریاست کرناٹک جنوبی ہند (خاکسار کا تعلق اسی ریاست کرناٹک سے ہے) حجاب (پردہ) کا معاملہ بہت طول پکڑ گیا ہے۔ تھمنے کا نام نہیں لے رہا ہے۔ تعلیمی اداروں اور حکومت سے بے قابو ہو گیا ہے۔ نہ صرف ریاست کرناٹک بلکہ سارے ملک بھارت میں اور پھر دنیا میں بین الاقوامی میڈیا میں چرچہ کا موضوع بنا ہوا ہے۔ بہت حساس شکل اختیار کر گیا ہے۔ برقعہ پوش طالبات ”پہلے حجاب پھر کتاب“ کے بینرز ہاتھوں میں لئے جگہ جگہ سڑکوں پر اتر آئی ہیں۔صورتحال سنگین ہو گئی ہے۔ روز ہی ملک بھر کے اخبارات میں سرخیاں لگ رہی ہیں۔سوشل میڈیا پر بھی یہ خوب چھا گیا ہے۔ روزانہ ہی ہر ریاست کی ہر زبان کے چینلوں میں حجاب موافق اور مخالفت میں گرما گرم بحث ہو رہی ہے۔عبوری راحت دینے سے کرناٹک ہائیکورٹ نے انکار کر دیا ہے۔ پھر یہ معاملہ تین رکنی بنچ کے سپرد ہوا۔ سماعت ہو رہی ہے۔ اس بنچ نے بھی 14 فروری تک فیصلے کو سرکشت رکھا ہے۔ بگڑتی صورتحال اور فیصلہ میں ہو رہی تاخیر کی بنا پر یہ حجاب کا معاملہ سپریم کورٹ پہنچ چکا ہے۔ سپریم کورٹ نے کہا ہے ہم ہائیکورٹ کرناٹک کے فیصلہ کا انتظار کر رہے ہیں۔ ان کے فیصلہ کے بعد ہم سماعت کریں گے۔ اس ضمن میں ایک آرٹیکل ”حجاب پر عدالت کا جو بھی فیصلہ ہو گا منظور ہو گا“ لف ہذا ہے۔ اور خوش کن بات یہ ہے کہ جو پہلے حجاب یا برقعہ نہیں پہنتے تھے وہ بھی اب اسلامی پردہ میں نظر آ رہی ہیں اور صاف کہہ رہی ہیں کہ حجاب ہماری شناخت ہے۔

آپ کے اداریے اور مضامین عالمگیر سطح پر روزمرہ کے مسائل کو احاطہ کیے ہوتے ہیں۔حقائق اور دلائل پر مبنی ہوتے ہیں اور یہ حجاب کا موضوع بھی خالص مذہبی اور سماجی مسئلہ ہے۔سنجیدہ طبع طبقہ یہ بات جاننے کے لئے بے تاب ہے کہ مذہبِ اسلام میں قرآن اور حدیث میں حجاب کے متعلق کیا احکامات بیان ہوئے ہیں۔ روز ہی مختلف چینلوں پر حجاب کے موضوع پر بحث ہو رہی ہے۔ اینکر کی جانب سے سوال ہوتا ہے کہ اسلامی نظریہ کیا ہے؟۔ جو جواب ہوتا ہے اس سے نہ اینکر مطمئن ہوتا ہے اور نہ ہی سامعین اور ناظرین۔ میں نے اپنے ایک سابقہ خط میں اس بات کا ذکر کیا تھا کہ **”الفضل آن لائن لندن کو غیر احمدی دنیا بھی دلچسپی سے پڑھتی ہے۔ یہ چند سطور جو میں نے آپ کو تحریر کیے ہیں اس کے محرک یہی لوگ ہیں۔“** امید ہے کہ اول فرصت میں حجاب (پردہ) کے متعلق آپ کا اداریہ یا مضمون الفضل کا حصہ بنے گا۔ جو ہر سنجیدہ اور دانشور طبقہ کو اسلامی نقطہ نظر کو جانتے اور سمجھتے ہیں مد و معاون ہوگا۔ ان شاءاللہ۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | GET IT ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ضیاء الرحمن طیب۔ صدر جماعت گابون

نادار بچوں اور معذور افراد کے سنٹر کا وزٹ

’’خدمت خلق‘‘ جماعت احمدیہ کا طرہ امتیاز ہے،اسی خدمت کے جذبہ اور ’’محبت سب کے لیے، نفرت کسی سے نہیں‘‘ کے نعرہ کے ساتھ جہاں دنیا بھر میں جماعت احمدیہ شب و روز خدمت انسانیت میں مصروف عمل ہے جماعت احمدیہ گابون (Gabon) کو بھی اس خدمت میں حصہ ڈالنے کی توفیق ملی۔

اس سلسلہ میں خاکسار نے دیگر دو نیشنل عاملہ ممبران کے ساتھ مورخہ 6فروری 2022ءکو نادار بچوں کے سنٹر

Centre d'accueille pour Enfants en difficultés sociales d'Angondjé

کا وزٹ کیا۔بچے صفائی وغیرہ کے کام میں مصروف تھے اس لئے صرف چند بچوں سے ملاقات ہوسکی ۔ بچوں کے لئے کیک اور جوس وغیرہ کے تحائف ڈائریکٹر سنٹر کو دیئے جس نے یقین دہانی کروائی کہ کل تدریسی وقفہ کے دوران بچوں کو دے دیئے جائیں۔ اس سنٹر میں کل 68 بچے ہیں۔قبل ازیں بھی جماعت اس سنٹر میں کئی بار مدد کرچکی ہے۔ 2019ء میں ہیومنیٹی فرسٹ کینیڈا کے زیر انتظام اس سنٹر کے تدریسی حال کی مرمت اور پینٹ وغیرہ کا کام کروایا گیا۔ 20 کرسیاں اور دو بڑے تدریسی ٹیبل اور تین پنکھے دیئے گئے ۔بعدہٗ عید کے موقع پر اور دیگر مواقع پر اور بالخصوص Covid-19 کے دوران بھی اس سنٹر میں راشن دیا گیا۔

اسی روز بچوں کے سنٹر کے وزٹ کے بعد پہلی مرتبہ Libreville شہر کے محلہ Nkembo میں معذور افراد کے سنٹر کاوزٹ کیا جس میں 23 معذور افراد اپنی فیمیلیز کے ساتھ رہتے ہیں اور مانگ کر یا معمولی نوعیت کی چیزیں بیچ کر اپنا گزر بسر کرتے ہیں۔اس سنٹر کے صدر اورسوشل ہیلپ کے سیکرٹری سے ملاقات کی ،جماعت کا تعارف کروایا اور پھل اور جوس بطور تحفہ پیش کیے اور آئندہ بھی ان کی مدد کی یقین دہانی کروائی۔دونوں سنٹرز کی طرف سے جماعت احمدیہ گابون کی اس خدمت کو سراہا گیا۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان خدمات کو قبول کرتے ہوئے انکے مثبت ثمرات عطا فرمائے۔آمین

چھوٹی مگر سبق آموز بات

بیٹوں کو بیٹیوں پر ترجیح دینا

اولاد خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہے ۔لڑکا ہو یا لڑکی دونوں کی تخلیق خالقِ کائنات نے احسن رنگ میں کی ہے اور ہر دو کو ایک جیسے حقوق سے نوازا ہے۔مگر بڑے ہی درد سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں ابھی بھی لڑکی کی پیدائش پر ماں کو طعنہ دیا جاتا ہے اور ایسی ماؤں کے لئے بیٹی کی پیدائش آزمائش بن جاتی ہے۔اور اس طرح سے بیٹوں کو بیٹیوں پر فوقیت دی جاتی ہے۔حالانکہ محسنِ نسواں صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بیٹیوں کی اچھی تعلیم و تربیت کرنے والے والدین کو جنت کی نوید سنائی ہے۔

بشریٰ نذیر آفتاب۔ سسکاٹون، کینیڈا

فقہی کارنر

برتھ کنٹرول

حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں: قرآن شریف میں صرف یہ آیت ہے نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۖ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ (البقرہ: 224) یعنی تمہاری عورتیں تمہاری اولاد پیدا ہونے کے لئے ایک کھیتی ہیں ۔ پس تم اپنی کھیتی کی طرف جس طور سے چاہو آؤ۔صرف کھیتی ہونے کا لحاظ رکھو یعنی اس طور سے صحبت نہ کرو جو اولاد کی مانع ہو۔بعض آدمی اسلام کے اوائل زمانہ میں صحبت کے وقت انزال کرنے سے پرہیز کرتے تھے اور باہر انزال کر دیتے تھے ۔ اس آیت میں خدا نے ان کو منع فرمایا اور عورتوں کا نام کھیتی رکھا یعنی ایسی زمین جس میں ہر قسم کا اناج اگتا ہے ۔ پس اس آیت میں ظاہر فرمایا کہ چونکہ عورت درحقیقت کھیتی کی مانند ہے جس سے اناج کی طرح اولاد پیدا ہوتی ہے سو یہ جائز نہیں کہ اس کھیتی کو اولاد پیدا ہونے سے روکا جاوے ۔ ہاں اگر عورت بیمار ہو اور یقین ہو کہ حمل ہونے سے اس کی موت کا خطرہ ہو گا ایسا ہی صحت نیت سے کوئی اور مانع ہو تو یہ صورتیں مستثنیٰ ہیں ورنہ عندالشرع ہرگز جائز نہیں کہ اولاد ہونے سے روکا جائے ۔

(چشمہ معرفت ، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 292)

(داؤد احمد عابد۔ مربی سلسلہ احمدیہ)

طلوع وغروب آفتاب

21فروری2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	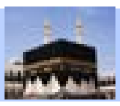	05:31	18:21
مدینہ منورہ	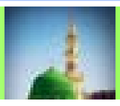	05:33	18:20
قادیان	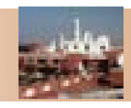	05:43	18:20
ربوہ		05:23	18:00
اسلام آباد ٹلفورڈ		05:35	17:29